نظم کیفی
حیدرآبادی

مرتبہ

محمد سردار علی
(حیدرآبادی)

شمس الاسلام پریس

سلسلۂ ناشرات کتب خانۂ "بزم ادب"

نمبر (۳)

نظم کیفی حیدر آبادی

حیدر آباد کے نکتہ رس و نازک خیال شاعر حضرت سید رضی الدین حسن کیفی مرحوم

کی

ادبی، اخلاقی، تاریخی نظموں کا مجموعہ

مرتبہ

محمد سردار علی (حیدر آبادی)

مؤلف مشاہیر اردو۔ تذکرۂ شعرائے اورنگ آباد۔ کلام کیفی۔ حیات کیفی وغیرہ

مطبوعہ

شمس الاسلام پریس حیدر آباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اپنی نسبت

کیفی مرحوم آسمان شاعری کے درخشاں سیارے تھے حیدرآباد کی بزم شاعری میں آپ کو جو درجہ امتیاز حاصل تھا اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے آپ کو انتقال کئے تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے ارباب ذوق آپ کے کلام کی اشاعت کے دل سے متمنی ہیں اور اس کو شوق کے ہاتھوں لینے کے لئے ہمہ تن منتظر، آٹھ سال کی مدت کوئی کم مدت نہیں ہے اصحاب ذوق انتظار کرتے کرتے تھک جاتے ہیں

اس عالم انتظار میں ایک شخص اٹھتا ہے اور علمی خدمات کے شوق میں بلا کسی امداد اپنے ذاتی صرفہ سے کیفی مرحوم کے کلام کو جس قدر بھی اس سے مہیا ہو سکتا ہے طبع کرا کر شائع کر دیتا ہے۔

جنس بازار میں لائی جاتی ہے اور لوگ اس کو لینے کے لئے مضطربانہ ہاتھ بڑھاتے ہیں اس کو وہ غیر معمولی قبولیت حاصل ہوتی ہے جس کی کبھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ علم پرور جماعت کی طرف سے امید سے زیادہ قدر افزائی ہوتی ہے۔ مرتب کی سعی و کوشش کی دل کھول کر داد دی جاتی اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ "تائید غیبی"! اس کی طرف سے جو انسان کے ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے جو حق کو باوجود ضعف ظاہری کے طاقت بخشتا اور باطل کو باوجود سر و سامان ظاہری کے خاسر اور ناکام رکھتا ہے۔

دیرینہ شکایت یہ چلی آتی ہے کہ قوم میں کام کرنے والوں کی بہت کمی ہے اور جو ہیں ان کو

طلسم کیفی

ان کے حسن و قبح کے پہچاننے والے نا پید ہیں اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنی خیرہ نگاہی کے سبب کام کرنے والوں پر معاندانہ طعن اور نکتہ چینی کرتا اور خود کچھ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔

کلام کیفی کا مرتب بھی اس گروہ کے وار سے نہ بچ سکا۔ وار کئے گئے مگر اوچھے۔ بڑی دماغ پاشی اور جستجو کے بعد ان کرم فرماؤں نے کلام کیفی میں لے دے کے دو بڑی بھاری غلطیاں نکالیں اور بزعم خود اس کو فتحمندی سمجھ کر فخر کے ساتھ اس کی تشہیر کی۔ مرتب کا یہ جرم ان کی نظر میں سنگین اور ناقابل معافی قرار دیا گیا۔ فرد قرارداد جرم سنئے۔

نمبر (۱) کتاب طباعت کی غلطیوں سے مملو۔

نمبر (۲) حجم (۶۰) صفحہ۔

ارباب دانش خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ اعتراضات کیا وقعت رکھتے ہیں۔

فرد قرارداد جرم کے شائع ہوتے ہی کیا تھا یا جائے کہ کیا گزری ان نادان دوستوں نے جس قدر بلند آہنگی کی تھی اس "چھوٹی سی مطبوع اغلاط سے مملو کتاب" (کلام کیفی) کے شجر ممنوعہ کو ہاتھ لگانے سے عوام کو روکا اسی قدر لوگ کثرت سے اس کی خریداری کی طرف متوجہ ہوئے جن لوگوں کو اس موضوع سے دلچسپی نہ تھی انھوں نے بھی اس خیال سے ایک ایک نسخہ خرید اکہ دیکھیں جس کتاب کی اتنی ہلچل اور دھوم مچی ہوئی ہے آخر وہ ہے کیا چیز۔
نفسیات کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ اس میں کیا راز مضمر ہے۔

اچھا اب اس دوراز کار گروہ کا ذکر جانے دیجئے جن ارباب علم و معارف نے نوازش نامے اور مبارکباد کے خطوط لکھے اور مرتب کی ناچیز علمی خدمت کی قدر افزائی فرمائی ان میں سے ایک مشہور و معروف مصنف کی رائے ملاحظہ ہو۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

[illegible]

"ان کے کلام کو طبع کرانے کے لئے متعدد جلسے ہوئے چندے ہوئے کانفرنس نے بھی امداد منظور کی بلکہ رقم دیدی لیکن ممدوح کے کلام کو طبع کرنے کی اولیت کا سہرا آپ کے سر رہا آپ بجا طور پر قابل مبارکباد ہیں کہ بلا امداد ذاتی صرف سے جناب کیفی کے کلام کو جس قدر بھی آپ سے مہیا ہوسکا شائع فرما دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

خیر اس بحث کو بھی چھوڑئیے کہ یہ ضمنی باتیں ہیں

خدا جانے کلام کیفی کی بنیاد کونسی ساعت میں رکھی گئی تھی کہ وہ نیک اور مبارک ثابت ہوئی اور اس کے بعد تین چار ہفتوں کے اندر اندر اس سلسلہ میں اور دو کتابیں شائع ہوئیں۔ ایک حیات کیفی اور دوسری نظم کیفی جو آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کے بعد یادگار کیفی اور رباعیات کیفی پیش کئے جائیں گے کیفی مرحوم کا فارسی کلام بھی زیر ترتیب ہے۔ غزلیات کا ایک مکمل دیوان بھی ٹائپ میں طبع ہوگا جس کے انتظامات عمل میں لائے جا رہے ہیں آپ ان سب کو کلام کیفی کی برکات تصور فرمائیں۔

پیش نظر کتاب مجموعہ ہے کیفی مرحوم کی اُن مشہور نظموں کا جو معاملہ بندی۔ واقعہ نگاری اور سلاست بیان کے اعتبار سے بے مثل ہیں اور جو کسی وجہ سے کلام کیفی میں درج نہ ہو سکی تھیں

طباعت کی غلطیوں کا ذکر ہی فضول اور دور از کار ہے کیونکہ لیتھو پریس اور یہ دونوں لازم ملزوم چیزیں ہیں۔ شاذ و نادر کتاب ہوگی جو طباعت کی غلطیوں سے پاک ہو۔

جن علم دوست اصحاب نے اس مجموعہ کے لئے فراہمی مواد اور طبع و اشاعت میں مدد فرمائی ہے اُن کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

خاکسار

محمد سردار علی

بازار گھانسی۔ حیدرآباد دکن

۷۸۶

میلادِ نبی

کنت کنزاً مخفیاً کا راز جو افشا ہوا
سب سے پہلے نورِ ختم المرسلین پیدا ہوا

حضرت آدم کی پیشانی میں دکھلائی چمک
پھر جنابِ شیث کی آنکھوں کا وہ تارا ہوا

پھر جنابِ نوح کو بخشا نجی اللہ خطاب
حضرت ادریس کا بھی مرتبہ بالا ہوا

خلعتِ خلت دیا حضرت خلیل اللہ کو
عالمِ اسباب میں جو بت شکن پیدا ہوا

جان نثاری کا دیا منصب ذبیح اللہ کو
جس کی خاطر دنبہ خلد بریں فدیہ ہوا

مستفید اس سے ہوئے اسحق بھی یعقوب بھی
حضرت یوسف کے روئے حسن کا غازہ ہوا

حضرت یونس نے پائی بطن ماہی سے نجات
خضر کو بھی آبداری کا عطا عہدہ ہوا

صالح و ایوب یوشع الیسع یحییٰ شعیب
جس میں یہ چمکا خدا کا خاص وہ بندہ ہوا

کیا کہوں نیرنگیاں اس نورِ عالمتاب کی
حضرت موسیٰ سے پوچھے کوئی کیوں سکتہ ہوا

حضرت عیسیٰ کو دی اس نے حیاتِ جاوداں
قم باذن اللہ ایک فقرہ سا تھا چلتا ہوا

تشنہ کامانِ ہدایت کی یہ پھر نکلی سبیل
نور کا دریا گیا فاراں تک بہتا ہوا

پھر بنی عدنان میں دریا سمٹ کر آگیا
قطرہ سے دریا ہوا دریا سے وہ قطرہ ہوا

باعثِ رخشانیٔ تاجِ سرِ اہلِ قریش
آبروبخشِ جہاں وہ گوہرِ یکتا ہوا

پھر ہوا وہ اخترِ تابندۂ عبد مناف
پھر وہ عبد المطلب کی آنکھ کا تارا ہوا

پھر جبینِ پاکِ عبد اللہ میں پہنچا وہ نور
آمنہ کے بطن میں پھر وہ شرف افزا ہوا

نو مہینے تک رہا برجِ حمل میں آفتاب
پھر وہ اپنا جانِ عالم انجمن آرا ہوا

مرحبا صد مرحبا صل علیٰ صل علیٰ
مژدہ باد اے دل کہ محبوبِ خدا پیدا ہوا

مرحبا نورِ جنابِ مصطفےٰ پیدا ہوا
حبذا آمنہ نورِ خدا پیدا ہوا

بے سہاروں کا سہارا بیکسوں کا دستگیر ۔ بیوسیلوں کا وسیلہ بر ملا پیدا ہوا
بے ٹھکانوں کا ٹھکانا بے پناہوں کی پناہ ۔ دردمندان بلاکش کی دوا پیدا ہوا
نیر برج نبوت شمع بزم مکرمت ۔ گوہر نایاب لعل بے بہا پیدا ہوا
جشن میلاد مبارک کی مچی دنیا میں دھوم ۔ آستان بتخانہ کعبہ جبیں فرسا ہوا
ہل گئے فارس میں کسریٰ کے محل کے کنگرے ۔ لات کا عزیٰ کا بیت اللہ سے منہ کالا ہوا

ہم سے کیوں کر ہو سکے کیفیؔ بیان میلاد کا
مختصر یہ ہے خدا کا مدعا پورا ہوا

(رسالہ تاج سنہ ۱۹۱۶ء)

مینہ کا برسنا اور بچوں کی خوشی

رم جھم رم جھم آیا پانی ۔ اللہ کی رحمت کی نشانی
ہونے لگی جب بوندا باندی ۔ رعد نے اپنی دھاک بٹھا دی
برق نے کی وہ شعلہ فشانی ۔ ابر کا پیتا پانی پانی
ہونے لگا دل سب کا پریشان ۔ نکلی نہ اپنے منہ سے ہوں ہاں
بجلی چمکی بادل گرجا ۔ کس نے کہا تھا ''مجھ سے ڈرجا''
ڈرنے کی کیا بات ہے اس میں ۔ ساون ہے برسات ہے اس میں
اپنا اس میں حرج نہیں ہے ۔ اب وہ تو گرج نہیں ہے
بجلی کی وہ کڑک نہیں ہے ۔ کڑک تو کیا وہ چمک نہیں ہے
مینہ کی کیسی پیاری جھڑی ہے ۔ بوند نہ چھوٹی ہے نہ بڑی ہے
صحن میں کیا چھڑکاؤ ہوا ہے ۔ حوض کا منظر اس کے سوا ہے
سیاہی پھیلی ہوئی ہے ہر سو ۔ سوندی سوندی مٹی کی بو
ہر اک بچہ کھیل رہا ہے ۔ کوئی کسی کو ٹھیل رہا ہے
کوئی کسی کا ہاتھ پکڑا [illegible] ۔ کوئی بھاگا کوئی [illegible] پڑا

اس کی کوشش اس کو پکڑے
بھیگ رہے ہیں سب کے کپڑے

ان کو اس کا کچھ بھی نہیں غم
وہ ہیں مینھ ہے اور ہے اودھم

چھلیں ہیں یہ دید کے قابل
خوش خوش ہیں کیا ننھے سے دل

چھینٹے لڑتے ہیں آپس میں
یہ ہیں اس موسم کی رسمیں

کھیل کا بھی ہے ایک طریقہ
اپنا اپنا ہے یہ سلیقہ

بوڑھا کوئی ہو کہ ہو بچا
اچھوں کا ہر کام ہے اچھا

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

جھولا

دیکھنا جھولا ہمارا بھی ہے کس انداز کا
ہمسری اس کی کرے کیا حوصلہ شہباز کا

اس کی ہر پرواز میں کیا آن ہے کیا بان ہے
ہم کو لے اڑتا ہے یہ، یہ بھی خدا کی شان ہے

جس کو جھولا جھولنا ہو اس کو کیا کیا چاہیئے
سخت ٹہنا اور اک مضبوط رسا چاہیئے

ہم سبق ہمجھولیاں ہوں تو ہو پینگوں کی بہار
ابر بھی ہو اور کچھ مینھ کی برستی ہو پھوار

چل رہی ہو ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی ہلکی سی ہوا
بھینی بھینی، سوندھی سوندھی بو سنگھاتی ہو صبا

اپنی اپنی باری سے ہر اک جھولا کرے
ہاں سبق اپنا نہ اس جھولے میں بھی بھولا کرے

جتنی نظمیں آئی ہوں پڑھنے میں کچھ ان کو یاد
گائے ایسے وقت میں تو لطف ہو حد سے زیاد

گائے بھی تو گائے اس لہجے سے اس انداز سے
کوئی نا محرم نہ ہو آگاہ تک آواز سے

بر زباں ہوں یاد نظمیں تو ہے کچھ جھولے کی سیر
ورنہ جھولا جھولتے ہیں دیکھ کر پڑھ لیں تو خیر

سب سے پہلے کون جھولے جس کو ہوں اشعار یاد
شعر بھی ہوں درس کے اور یاد بھی سب سے زیاد

بعد اس کے وہ جسے ہوں یاد اشعار اس سے کم
اس طرح نمبر اگر ہو تو لڑائی ہو نہ غم

جھولنے کا لطف آئے جھولنے میں ہو مزا
بھولے جو آموختہ اس کی یہی ہے اچھی سزا

نظم تسنیم کیفی

سب سے پیچھے رہ گئی لڑکی جو نظمیں بھول کر
یاد کر لے اپنے سب اشعار جھولا جھول کر

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

صاف لڑکی

واہ یہ لڑکی ہے کتنی پاک صاف
صاف کپڑے صاف چہرہ ناک صاف

میل دانتوں پر نہ ناخن میں کہیں
اور کپڑوں پر کہیں دھبّہ نہیں

صاف ستھرے دھو یا ہوتی ہاتھ پاؤں
چاہتا ہے دل کلیجے سے لگاؤں

آؤ بی بی آؤ جلدی پاس آؤ
اک مزے کا پیار ہم کو دیکے جاؤ

آتے ہی پہلے کیا اس نے سلام
پھر جو پوچھا تو بتایا اپنا نام

گود میں لیکر کیا پہلے تو پیار
پھر کہا بیٹی میں تم پر سے نثار

آپ کیا پڑھتی ہیں کیا کرتی ہیں کام
آپ کے والد کا ہے کس جا مقام

بھولی لڑکی نے دیا ہم کو جواب
دوسری اردو کی پڑھتی ہوں کتاب

فسٹ ریڈر، پہلی دینیات کی
اور کلام اللہ سارا پڑھ چکی

حفظ ہے کشف انخلا سب مجھے
یاد ہے ہر شعر کا مطلب مجھے

صاف ستھری ہے میری ہر ایک چیز
مجھکو اماں نے سکھائی یہ تمیز

صاف بستر صاف کمرہ صاف گھر
میں نے پوچھا بات اس کی کاٹ کر

ہاتھ منہ کب دھوتی ہو؟ اس نے کہا
فجر و ظہر عصر و مغرب اور عشا

پانچ وقتوں کی میں پڑھتی ہوں نماز
جوتی کو لگتا نہیں بول و براز

چوتھے دن نہا کر بدلتی ہوں لباس
چھاوا، صابن، کنگھی ہی سب میرے پاس

دانت میرے صاف بھی ہیں پاک بھی
میرے ہاں منجن بھی ہے مسواک بھی

آئی پڑھنے کو علی گڈھ سال حال
عمر کے گذرے ہیں میرے آٹھ سال

اس سے بھی کم تھا بہت جب میرا سن
صاف رکھی جاتی تھی میں رات دن

میرے والد ہیں [illegible]

نظم کیفی

سن کے اس پاکیزہ لڑکی کے جواب
میں نے دیں کیفی دعائیں بےحساب

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

گندلی لڑکی

گندلی لڑکی بری ہو یا وہ حور
کرتے ہیں سب لوگ اس کو دور دور

منہ لگا کر بات تو کرتے نہیں
گندلی کو پیار کرتے ہیں کہیں

مانجھ کر منجن سے دانت اپنے نہ دھوئے
ضد کرے ہر بات پہ ہر لحظہ روئے

رینٹ اپنی آستین سے پونچھ لے
بال سر کے آپ اپنے نوچ لے

آج پہنے کل کرے میلا لباس
اس کو آنے دے کوئی کیوں اپنے پاس

ایسی لڑکی کی بھلا کیا آبرو
چیپڑ آنکھوں میں ہو جس کے منہ میں بو

کنگھی بالوں میں نہ سر میں تیل ہے
بدتمیزی رات دن کا کھیل ہے

دھوپ میں کھیلے نہ آئے چھاؤں میں
سر پہ ٹوپی ہے نہ جوتا پاؤں میں

اچھی خاصی اپنے پڑھنے کی کتاب
جا بجا کر دے لکیروں سے خراب

روشنائی کے ہیں دھبے جا بجا
کرتے کا ہے آگا پیچھا ایک سا

کھانا کھا کر پونچھ لے دامن سے ہاتھ
کپڑے بھر جائیں کبھی سالن سے ہاتھ

ایسی لڑکی کو کرے گا کون پیار
پاس جس کے جائے اس کو آئے عار

تاج سنہ ۱۹۱۶ء

انجمن معین المسلمین

انجمن معین المسلمین حیدرآباد دکن کے پانچویں سالانہ اجلاس میں ذیل کی نظم حضرت کیفی نے پڑھی تھی
[illegible]

کس قدر اعلیٰ ہے تیری شان، اللہ غنی
حمد کے شایاں ہے تو ہی ہم کو اتنا ہے یقین

قادرِ مطلق ہے تو معبود ہے، موجود ہے
ہم ترے بندے ہیں، تیرا آسمان تیری زمین

جملہ مخلوقات ہے دیباچہ تیری حمد کا
نور ہو یا نار یا جن و بشر، یا حورِ عین

اشرف المخلوق کا خلعت دیا انسان کو
رہبری کی بھیجکر پھر انبیا و مرسلین

خاص کر کتنا بڑا احسان یہ ہم پر کیا
ہم گنہ گاروں پہ بھیجا، رحمۃ للعالمین

مطلعِ صبحِ الست و مغربِ شامِ ابد
یہ نبی تھے، اور آدم تھے درونِ ماء و طین

باعثِ فخرِ عرب، مکی، قریشی، ہاشمی،
صاحبِ خلقِ عظیم و مخبرِ صادق امین

نیرِ برجِ نبوت، شمعِ بزمِ کائنات
فردِ کامل، ہادیِ برحق، شفیع المذنبین

کعبہ کے گھر کا اجالا دین کا چشم و چراغ
عرش کی آنکھوں کا تارا، مردمِ عین الیقین

عینِ نورِ حضرتِ جل و علا، صلِ علیٰ
شانِ عشق و آنِ معشوقانِ جانِ عاشقین

تو نے کی ان کے ذریعہ سے ہماری رہبری
اور انھوں نے ہم کو دی تعلیمِ قرآنِ مبین

سب ترے احسان ہیں بے واسطہ یا واسطہ
تحفۂ حمد و ثنا ۔ للہ رب العالمین

ایک اسی قرآن اقدس کی بدولت بیشک
سہل ہے ہم کو حصولِ دولتِ دنیا و دین

جب تک اس پہ ہم عمل پیرا رہے اچھے رہے
جب سے ہم نے اس کو چھوڑا ہم سے چھوٹے آن بان

ایک زمانہ تھا، کہ ہم میں تھا بہت کچھ اتفاق
اک زمانہ ہے کہ ہم ہیں مبتلائے حقد و کیں

چار دانگ عالم ظاہر پہ قبضہ تھا کبھی
ڈھونڈھنے سے بھی ٹھکانا اب نہیں ملتا کہیں

تھا کبھی کوفہ کبھی بغداد اپنا پائے تخت
قرطبہ اور اندلس بھی تھا کبھی زیرِ نگیں

روم و شام و تبت و ایران تک اپنی دھاک تھی
مانتے تھے اپنا لوہا ۔ اہلِ ہند و اہلِ چین

تھی ترقی پر ہماری قوتِ روحانیہ
تھے ہمارے ہی تصرف میں قلوبِ مومنین

ہم میں تھے بوبکر و فاروق او عثمان علی
سب صحابہ تابعین، اور سارے تبع تابعین

حنیفہ، اور مالک، ابن حنبل شافعی
رہبرِ دینِ الٰہی رہنمائے اہلِ دیں

یزید، و شبلی و معروف کرخی و جنید
شمعِ بزمِ عارفین و شمسِ برجِ سالکین

تھے ہمیں میں حضرتِ محبوب سبحانی کبھی
غوث اعظم، عبد قادر، شاہ جیلاں محی دیں

پیشوائے خواجگان حضرت معین الدین حسن — تھے ہمیں میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
مختصر یہ ہے کہ تھی دونوں جہاں کی سلطنت — ہر طرح حاصل تھی، ہم کو دولتِ دنیا و دین
کیا سبب کیا وجہ کیا باعث کہ ہے یہ انقلاب — ایک یہ بھی ہیں ہمیں، اور ایک وہ بھی تھے ہمیں
حالت موجودہ کا نقشہ میں کھینچوں کس طرح؟ — کونسی ہے ابتری دنیا میں جو ہم میں نہیں؟
پست ہمت بے بضاعت سست کاہل بے ہنر — اور پھر زینت گر اعمال شیطان لعین
حرمت و حلت کی پروا ہے نہ حشر و نشر کی — ہے قسم کھانے کو باقی ہم میں قرآن مبین
جز و مذہب بلکہ مذہب بن گیا رسم و رواج — دھوم سے چھٹی دھڑلے سے ہے چہلم کہیں
نت نئی زر خرچیوں کا شوق ہے افلاس میں — اور پھر پڑھتے بھی ہیں ہم لا یحب المسرفین
پڑھتے ہیں قرآن کب؟ پڑھتے کبھی ہیں تو گاہ گاہ — طوطے مینا کی طرح، یہ نعبد و نستعین
وہ بھی مردوں کی زیارت میں بلحاظ شرم ہے — جب بھی نیت فی الحقیقت خیر یہ ممکن نہیں
نیت اچھی ہو تو کیوں کر ہو کہ دل ناپاک ہے — جمع ہیں اس میں نفاق و کبر و کذب و [illegible]
کیوں نہ ہو دل میں ہمارے جمع یہ آلائشیں — جب نہیں اکل حلال اس دور میں ملتا نہیں
اس سے یہ معنی نہیں مفقود ہے اکل حلال — یا ہے ملنے کا مقام اس کے سوا [illegible]
اپنے ہاتھوں ہم حلال اشیاء کو کرتے ہیں حرام — ہائے ہم اپنی خوشی سے آپ رہتے ہیں حزیں
ایک تو افلاس کا ابر سیہ گھیرے ہوئے — دوسرے اسراف کی تاریکیاں چھائی ہوئیں
ہیں جو دولت مند ہے اسراف ان کا یار غار — اور جو ہیں محتاط ہے افلاس ان کا ہمنشیں
مفلس و مسرف سے بھی گر قطع کریں ہم نظر — تو بھی ہر محتاط کی آمد اسے کافی نہیں
رسم کی پابندیوں نے کر دیا ایسا تباہ — جس نے کی شادی رہا اک عمر تک اندوہگیں
رسم کے پابند ہیں، مذہب سے ہم آزاد ہیں — ڈر خدا کا کچھ نہیں ہوتا ہے خوف نکتہ چیں
ہے عموماً قرض پر دار و مدارِ زندگی — اور وہ بے سود کے اس وقت مل سکتا نہیں
سود کھا کھا کر پلے ہوں جن کے پہلو میں قلوب — ان سے منتج کس طرح ہوں کارہائے بہتریں
سود کی نسبت وعیدیں آچکیں قرآن میں — جانتے ہیں مانتے ہیں دیکھتے ہیں۔ اہل دیں
اپنی بینائی ہے یا ماں پیٹ کے اندھے کا خواب — دیکھتے ہیں اور پھر کچھ سوجھتا ہم کو نہیں

ہائے اب تو ہوتے ہیں فتوے جواز سود پر — سود کی بیماریاں عالم میں ہیں پھیلی ہوئیں
عیب جب ہوتا ہے عالمگیر بنتا ہے ہنر — سچ کہا ہے غالب مرحوم نے صد آفریں
رنج کا خوگر ہو جب انسان تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں
سود کا طاعون ہے، طاعون سے بڑھ کر مہیب — چارہ گر اس کا کوئی ہم کو نظر آتا نہیں
ہاں مگر اک نسخہ نایاب ہاتھ آیا ہے اب — جس کے اجزا لیے بہا لعل اور ہیں در ثمیں
اس کے ملنے کا ٹھکانا - حیدر آباد دکن — اور اس کا نام نامی ہے معین المسلمین
ہے اثر اس کا بچانا سود کی تکلیف سے — قرضۂ بے سود سے اسلام کا ہونا معین
آج اس کا پانچواں سالانہ جلسہ ہے یہاں — دوسرے لفظوں میں کہیے سے گرہ یہ پانچویں
اس کی خواہش جس کو ہو دیکھے وہ دستور العمل — ہاتھ سے جانے نہ دے اسلام کی حبل المتین
قرضۂ بے سود بھی اک قسم کا احسان ہے — رائگاں جاتا نہیں - زنہار اجر محسنین
جن حکیموں نے دیا ترکیب یہ نسخہ یہاں — کل وہاں ان کو ملے یا رب بہشت ہفتمیں
بالخصوص ان میں حکیم روح مولانا عمر — آستاں پر ان کے ہو تا عمر کیفی کی جبیں

صحت روحی و جسمی سب مسلمانوں کو دے
یا الٰہ العالمین! آمین الٰہ العالمین

(رسالہ صحیفہ جلد (۲) نمبر (۹))

رباعی

وہ دل وہ دماغ وطبیعت نہ رہی — جینے کی تو ہم میں قابلیت نہ رہی
اک عمر سے آرزوئے مرگ کرتے کرتے — مرنے کی تمنا میں بھی لذت نہ رہی

دیگر

اغماض حسینوں کا برا ہوتا ہے — اور کبر ذہینوں کا برا ہوتا ہے
اللہ بچائے ہمیں ان سے کیفی — احسان کمینوں کا برا ہوتا ہے

تعلیم نما

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے پہلے جلسہ سالانہ منعقدہ حیدرآباد ۱۳۲۴ف میں یہ نظم پڑھی گئی۔

لمن اسمی اسما حمد علی ما علم الاسما
کہ آدم را شرف بخشید از تشریف کرمنا

وتسلیم علی من قال للناس اطلب العلما
گرامی بود و در علم و عرفاں بیخت بر دنیا

پس از حمد خدائے پاک و نعت احمد مرسل
مسلمانو! بزرگو!! بھائیو!!! سنو میری سنتا

یہ میں کہتا نہیں تعلیم میں ہیں خوبیاں یہ یہ
میں یہ کہتا نہیں ہے بہتری تعلیم سے کیا کیا

میں یہ کہتا نہیں ہے لکھنے پڑھنے کی ضرورت کیوں
نہ یہ کہتا کہ ہے انداز تعلیم دکن کیسا

نہ میں قرآن سے ثابت کروں گا علم کی خوبی
نہ میں دوں گا حوالہ اب بخاری اور مسلم کا

نہ لاؤں گا دلیل ایسی میں اقوال آئمہ سے
نہ تاریخوں سے یہ ظاہر کروں گا علم ہے ایسا

نہ میں بغداد یونیورسٹی کا تذکرہ کرتا
نہ میں قصہ سناتا ہوں نظام الملک طوسی کا

نہ یہ کہتا گزشتہ دور میں تعلیم کیسی تھی
نہ یہ کہتا کہ چرچا علم کا اگلوں میں کیسا تھا

کہ پہلے تو نہیں ہے خود مجھی کو اتنی آگاہی
اگر ہو بھی تو ان باتوں سے اب اس وقت مطلب کیا

براہین و دلائل اور امثال و نظائر سے
کروں ثابت کہ ہے تعلیم ایسی علم ہے ایسا

یہ باتیں سنتے سنتے بھر گئے کان ایک زمانہ سے
ہزاروں ایسے لکچر ایسی اسپیچیں سنیں صدہا

اثر ان ایسی تقریروں میں ڈھونڈو تو نہ پاؤ گے
بجز درد و دریغا۔ ہائے حیف افسوس واویلا

مداہنت تابکے تا چند اپنی آبرو ریزی
کہ سب کچھ کرسکے سمجھے ہم سے کچھ بھی ہو نہیں سکتا

سنو! میری سنو! تو یہ کہتا ہوں کہ خدا شاہد
کہ ہو سکتا ہے جو تم سے کسی سے ہو نہیں سکتا

تمیز اچھے برے کی ہے خدا آگاہ ہے انساں ہو
سمجھتے ہو یہ ہے کڑوا یہ ہے کھٹا یہ ہے میٹھا

کہو تو اب یہ کہو! واللہ تم کیا کر نہیں سکتے
تمہارے دم قدم سے ہی تو یہ آباد ہے دنیا

تم اب دنیا میں رہنا چاہتے ہو کس طریقے سے
تمہیں کیا اپنی عزت آبرو کی کچھ نہیں پروا

تمہیں معلوم ہے دنیا میں عزت کون انساں کو
غذا! کپڑا؟ حویلی! ہاتھی گھوڑا روپیہ پیسا

نہیں ہرگز نہیں انساں کی اس سے نہیں عزت
کہ ہے انساں کی عزت کا باعث شانِ استغنا

اگر تم اپنی عزت چاہو مستغنی ہو پہلے
مگر تحصیلِ استغنا کا سمجھو ہے ذریعہ کیا

کمال انساں کو عالم سے کر دیتا ہے مستغنی
خدا کے واسطے اے بھائیو سیکھو کمال اپنا

خدا نے سیکھنے کی قابلیت دی ہر انساں کو
ڈھلا ہے نور کے سانچے میں وہ اک خاک کا پتلا

نہ ضائع ہونے دو للہ اپنی قابلیت کو
کہ جا کر پھر نہیں آتی حیاتِ مستعار اصلا

اگر بیکار تم نے عمر اتنی رائیگاں کر دی
برا کیا ہے بھلا چاہو جو اب بھی اپنے بچوں کا

اگر تم پڑھ نہیں سکتے، پڑھاؤ اپنے بچوں کو
کہ وہ پڑھ لکھ گئے نسلیں تو تمہارا نام ہی ہوگا

یہ سب کچھ سچ ہے کیفی کوئی تم سے یہ اگر پوچھے
کہ بچوں کو کہاں کس طرح سے کیونکر پڑھائیں کیا

جواب ایسے سوالوں کا نہیں ہے بحث سے خالی
اسی کے واسطے قائم ہوئی یہ انجمن اس جا

اہل الرائے و اہل علم و فضل و دانش و بینش
اکٹھے ہو کے سوچیں ہم کو کرنا چاہیئے کیا کیا

ی وطن میں کئی دن سے تھے ہمدردانِ تعلیمی
کہ اپنے ملک میں بھی ہو کمالِ علم کا چرچا

خدا کا شکر ہے تجویز یہ اب دام آئی ہے
اسی کا آج یہ جلسہ ہوا ہے منعقد پہلا

غرض اس سے یہ ہے ہم کام کچھ کرنے لگیں ایسے
کہ جس سے ہو ترقی حالتِ موجودہ میں پیدا

ہماری حالتِ موجودہ بے علمی سے جیسی ہے
وہ ظاہر ہے کہ ابنائے وطن بے حس ہیں سرتاپا

اہل علم و فن کی قدر ہی کرتا نہیں کوئی
تو پھر کیونکر نہ ہو جائے کمالِ علم و فن عنقا

جہاں بے علم کو ترجیح دیں ہم کسبِ عالم پر
وہاں مفقود اہل علم اگر ہوں تو اچنبھا کیا

تحصیلِ علمی سے غرض تحصیلداری ہو
تو سمجھو ایسے عالم کو ہوا تعلیم میں دھوکا

غرض تعلیم سے یہ ہے کہ اطمینانِ خاطر ہو
بھروسہ آپ اپنی ذات پر انساں کرے پیدا

ما سنو تعلیم ہے تعلیم انساں جس سے انساں ہو
وگرنہ پیٹ بھرنے کے لئے جیتا ہے اک کتا

بس اب اے کیفی بہت کچھ کہہ چکے آؤ ادھر آؤ
متیٰ ما تلق من تهوى دع الدنيا واهملها

(روئداد ایجوکیشنل کانفرنس)

جامِ حیدری

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ حیدرآباد ۱۳۳۱ھ کے آخری اجلاس کے خاتمہ پر حضرت کیفی نے یہ برجستہ نظم پڑھی

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا — کہ علمی مشورے کی انجمن کا ختم ہے جلسہ
پلا دے جام صہبائے کرامت پیرانہ ساقی — جھلک جس کی ہو مہرستاں، قطرہ جس کا ہو دریا
سرور قلب دانش اور نور چشم بینش ہو — نکھارے رنگ و روغن طلعت حسن تخیل کا
مدامی نشہ جس کا ہمت مردانہ افزا ہو — ادائے لغزش پا میں ہو استقلال کا نقشا
اگر ایسی پلا کر آج تو رخصت کرے سب کو — تو ساقی عمر بھر دل میں رہیگا لطف تیرا
شراب علم کے متوالے رندو جاؤ پی پی کر — اگر چاہو تو لیتے جاؤ جام و ساغر و مینا
خدا نا کردہ گر کچھ نشہ میں اپنے کمی پاؤ — تو فوراً جتنی چاہو ڈگڈگا کر اتنی پی جانا
یہ فیض ساقی کوثر ہے چھٹی پر نہیں موقوف — جہاں جی چاہے جب جی چاہے رکھنا شغلہ اسکا
شب مہتاب و روز ابر کی بھی کچھ نہیں حاجت — یہ جام حیدری پیکر لگا تا حیدری نعرا
کہیں ایسا نہ ہو تم پھینکدو اس کو رستے میں — کہیں ایسا نہ ہو تم بھول بیٹھو آج کا جلسا
رہے تا دور ثانی آج کا جلسہ نگاہوں میں — جو تجویزیں ہوئی ہیں یاد رکھنا پاس کچھ انکا
لگا دو اس کا چسکا اپنا ہم مشرب بنا لو تم — جہاں ملجائے کوئی بھی ہو ہندو کیا مسلماں کیا
بہت سی اور بھی باتیں تھیں دلمیں تم سے کہنے کی — مگر ہے وقت کی تنگی سے دل میں ولولہ دلکا
ملوگے پھر تو سننا یار زندہ صحبتیں باقی — مگر اک بات دو حرفوں کی سنکر یاد رکھیگا.
کبھی اپنے کو ہم اور دوسرے کو تو نہ بولو تم — تو بگڑے کام بن جائیں اگر اللہ نے چاہا
کہو اب ہر حریف بزم کو کیفی خدا حافظ — متی ما تلق ما تہوی دع الدنیا واہملہا

(روداد ایجوکیشنل کانفرنس)

رایت علم

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے دوسرے سالانہ جلسہ منعقدہ اورنگ آباد ۱۳۲۲ف میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

ہم نے کیا ہے رایت علم و ہنر بلند — آجائے اس کے سایہ میں ہر پست و ہر بلند
ہم کون ہیں؟ ترقی تعلیم ملک خواہ — آواز جنکی پست ہے جنکی نظر بلند
پستی بھی کام کی ہے بلندی بھی کام کی — کب؟ جبکہ پست وقت پہ ہوں وقت پر بلند

پست و بلند دہر پہ شاہد ہے آفتاب
ہے وقت شام پست تو وقت سحر بلند

حرکت کے اعتبار سے دونوں ہیں ایک سا
ہو زیر پست حرف سے یا ہو زبر بلند

ہر فرد قوم، قوم ہے، کیا خرد کیا بزرگ
اب اس میں پست قد ہو کوئی یا ہو سر بلند

لفظوں سے خط، خطوط سے بنتے ہیں حرف اگر
حرفوں سے لفظ۔ لفظ سے معنی ہے گر بلند

پھر تو ہے صاف بات کہ دیکھیں ہم اپنا حال
کتنے ہیں پست۔ چاہیئے ہوں کس قدر بلند

ہم میں سے کوئی نقطہ کوئی خط، کوئی ہے حرف
سب پست ہیں اگرچہ ہیں یک دگر بلند

فی الجملہ ہم سلیقے سے جڑ جائیں یک دگر
تو پست ابتدا کی بھی نکلے خبر بلند

ہم پست کس قدر ہیں ہمیں کچھ خبر نہیں
پستی سے کس طرح ہو، کوئی بے خبر بلند

اس کی جنہیں خبر ہے، وہی درد مند قوم
کرنے کو ہیں صدائے مصیبت اثر بلند

تم نے سنی ہے ایک افیمی کی داستان
جس مہر نگوں کے قصر کا تھا بام و در بلند

پینک میں ایک روز گرا اپنے بام سے
آواز ایک دھم سی ہوئی مختصر بلند

نوکر سے اپنے اس نے کہا، دیکھ کیا گرا
کیا بات ہے! ہوا ہے یہ کیوں شور و شر بلند

نوکر نے عرض کی کہ میاں! آپ ہی گرے
فرماتے ہیں یہ سن کے وہ آقائے سر بلند

جب ہم گرے تو ہائے بڑی سخت چوٹ لی
شور و بکا و گریہ ہوا بیشتر بلند

کیفی کا حال بھی اس "افیمی" سے کم نہیں
چیخ اس کی برمحل نہ سہی ہے مگر بلند

بیدرد گوش ناشنوا کہتے ہیں خموش
منشائے درد دل ہے کہ فریاد کر بلند

بیٹھا ہوا گلا ہے تو فریاد کیا کریں
کیونکر ہو کوئی طائر بے بال و پر بلند

فریاد میری کون سنے بے ٹھکانہ ہوں
گویا میں ایک طوطیٔ نقار خانہ ہوں

ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں اس انجمن کے لوگ
بیدار ہو رہے ہیں ہمارے وطن کے لوگ

سامان کر رہے ہیں وہ پیدا کچھ اس طرح
پیدا ہوں جس سے ملک میں ہر ایک فن کے لوگ

یہ خاص کوششیں ہیں کہ تعلیم عام ہو
سانچے میں علم و فن کے ڈھلیں سب وطن کے لوگ

سرسبز ابر علم سے ہو کشور نظام...... خلد اللہ ملکہ
لوٹیں بہار فضل و کمال اس چمن کے لوگ

وہ وقت جلد آئے خدا وہ بھی دن دکھائے
جس دن کی آرزو میں ہیں اس انجمن کے لوگ

لوگو! سنو! سنو تو ذرا کان کھول کر
کس آرزو میں آئے ہیں کیسے چلن کے لوگ

معلوم ہے تمہیں روش اہل انجمن
ثابت ہوئے یہ ملک میں کیسے جتن کے لوگ

کرتے ہیں جمع روپیہ تعلیم کے لئے
دیکھو نہیں کہیں بھی ۔ ایجوکیشن کے لوگ

دھن انکی ہے کہ ملک میں پھیلے مذاق علم
مصرف کو سیکھیں ۔ مال کے وقف لشکے دھن کے لوگ

کھانے سے تن کو سکھ ہے تو پڑھنے سے جان کو
پس چاہیئے کہ دوست نہیں جان و تن کے لوگ

تن پروری میں جان سے انجان ہو نہ جائیں
دھوکہ میں آ نہ جائیں کہیں ۔ اہرمن کے لوگ

شیطان پھیرتا ہے مگر راہ علم سے
لاتے ہیں وہ پہ بارگہ ذوالمنن کے لوگ

باتیں یہ کام کی ہیں ۔ نری شاعری نہیں
ناقدر جس سے بن گئے اہل سخن کے لوگ

عزت کرو تم ان کی دکھائیں جو راہ راست
ہوتے نہیں ہیں دوست کسی راہزن کے لوگ

تم قدرداں و رتبہ شناس کمال ہو
مشہور اس صفت میں ہیں ملک دکن کے لوگ

نانڈیڑ ۔ بیڑ ۔ پربھنی والے بھی جمع ہیں
یہ جالنہ کے لوگ ہیں ۔ یہ ہیں پٹن کے لوگ

کوشش کرو کہ نام کے مانند کام ہو
وہ کام ہو کہ جس سے زمانہ میں نام ہو

باتوں سے آدمی نہیں ہوتا ہے نامور
اے دل خیال ناموری ہے تو کام کر

دل ہم سے پوچھتا ہے کہ پہلے بتائیے
کیسے ہیں کام ۔ کون سے ہیں ۔ اور کس قدر

فہرست دیکھتے ہیں جو دنیا کے کام کی
کافی نہیں ہے اس کے لئے عمر مختصر

عقبیٰ کے کام کی بھی کوئی انتہا نہیں
لیں ایک کام بھی تو نہ پورا ہو عمر بھر

فکر معاد بھی ہے ۔ تلاش معاش بھی
اس کشمکش میں عمر کے ہوتے ہیں دن بسر

ہم کہتے ہیں سچا ہے ۔ یہ سچ ہے ۔ درست ہے
بیشک بہت سے کام ہیں دارین کے مگر

جتنے ہیں کام فرع ہیں ۔ اصل انکی ایک ہے
وہ اصل کیا ہے "علم" ہے اسے صاحب نظر

بنتے ہیں کام علم سے دونوں جہان کے
صنعت ہے جس کی شاخ لقب جس کا "ہنر"

لو آؤ! اہل علم کی مجلس میں جلد آؤ
ہونے نہ دو خیال کو اپنے ادھر ادھر

ان کا بٹاؤ ہاتھ۔ کرو ان کی کچھ مدد
اب آ چکا ہے وقت اٹھو باندھ لو کمر

اسے بھائیو! یہ کام تمھارا ہی کام ہے
کیا تم خدا نخواستہ اتنے ہو بے خبر

میں جانتا ہوں مجھ سے سوا جانتے ہیں آپ
تعلیم اپنے ملک میں ہے پست کس قدر

دہرا کے بار بار اسی ایک بات کو
کرتا ہوں جمع اپنے خیالات منتشر

مطلب ہے اس سے کچھ تو لیجیے دل آپ کا
اللہ میری ہرزہ سرائی ہیں دے اثر

پہلو ہر ایک کام کے ہوتے ہیں دو ضرور
نیکی۔ بدی نہیں کوئی اسکے سوا مفر

لیکن ہماری بات یہ اخلاص سے سنو
نیت بخیر ہو تو کوئی شر نہیں ہے شر

نیت بخیر اور طبیعت اگر ہو سست
سستی سے کوئی کام ہوا ہے نہ ہو درست

سستی سے اک جہان میں ضرب المثل ہیں ہم
مشہور اہل علم نہ اہل عمل ہیں ہم

صنعت میں جان ہے نہ تجارت میں شان ہے
پھر باغ باغ اپنی جگہ نے محل ہیں ہم

خوش خوش اسی پہ ہیں کہ کچھ آتا نہیں ہمیں
سر میں سمائی ہے سر اہل دول ہیں ہم

اسلامیوں کو دھن کہ ہم اورنگ زیب ہیں
ہندو سمجھ رہے ہیں کہ اب ٹوڈر مل ہیں ہم

دعویٰ انہیں ادھر کہ ابو الفضل سے ہیں ہم
ان کو ادھر ہے زعم غلط بیربل ہیں ہم

ان جھوٹی شیخیوں میں گرفتار و خوار ہیں
اپنے دماغ کے لئے وجہ خلل ہیں ہم

دیکھیں تو منہ کو اپنے گریباں میں ڈال کر
گویا کہ اپنے دشمن زیر بغل ہیں ہم

کب تک رہے جبیں پہ یہ ٹیکا کلنک کا
دنیا میں کیا برائے تمسکار ازل ہیں ہم

زندہ دلی کا کچھ تو نمونہ دکھاؤ تم
ثابت کرو کہ صاحب علم و عمل ہیں ہم

سعی خلوص دل سے یہ معلوم ہو کہ آج
اسلاف نامدار کے نعم البدل ہیں ہم

علم و عمل کا وزن برابر رہے تو پھر
دیوان کائنات میں بیت الغزل ہیں ہم

جو کچھ ہیں وہ ہمیں ہیں ہمارے سوا ہے کون
انسان ہیں خلیفۂ عز و جل ہیں ہم

دیکھو ہمیں کہ شعلۂ شمع شعور ہیں
رخشانی ستارۂ صبح ازل ہیں ہم

وہ کونسا ہے کام جسے ہم نہ کر سکیں
مسند نشین بارگہ عقد و حل ہیں ہم

سب کچھ ہیں ہیں۔ اور ہمیں ہیچ پوچ ہیں — طبل تہی ہیں ہم کہ صدائے دہل ہیں ہم
کیفی نہیں اب اس سے زیادہ تو تنگ کر — سرگرم کار اہل وطن آج کل ہیں ہم

ہر چند مرے شعر سے دل تو ہوا نہ سیر
لیکن ہیں کام اور کہیں ہو نہ جائے دیر (رؤسا و ایجوکیشنل کانفرنس)

ایجوکیشنل کانفرنس

کے اجلاس ۱۳۲۷ف منعقدہ ٹاؤن ہال باغ عامہ حیدرآباد دکن میں یہ نظم پڑھی گئی۔

اس طرح ہائے اس دل بے حس میں درد ہو — گرمی سے گرم ہو جو نہ سردی سے سرد ہو
دنیا میں انقلاب ہے ہم ہیں وہی جو تھے — ایسی گروہ کیوں نہ زمانہ میں فرد ہو
اپنے سے چوٹ آئے کسی کو نہیں ہنسی — سمجھینگے سرخرو جو سیہ روئے زرد ہو
ایاب اپنے شہر میں پھرتا ہے اس طرح — جیسے کوئی غریب بیاباں نورد ہو
بعد اسکا انشیارٹ نہ احباب کی تمیز — خر زہرہ ہو چمن میں کہ نسرین ورد ہو
ایسی کہ آسمان پہ جوں رینگتی نہیں — طوفان نوح بھی ہو تو سب گرد و برد ہو
شطرنج کا وزیر سے چلے چال ادھر ادھر — مر مر کے جی اٹھے وہ جو چوسر کی نرد ہو
باہم جماد سے بھی ہو بدتر ہزار حیف — ظاہر میں دیکھنے کو تو انساں ہو مرد ہو
اے تو خدا کے واسطے اپنا دکھاؤ زور — دل کو پکڑ کے اتنا جھنجوڑو کہ درد ہو

جب دل میں درد اور جگر میں خراش ہو
پھر تو دوا دوش ہوئے دوا کی تلاش ہو

دوسرا بند

ازہم نے چیخ کے نا حق بلند کی — چبھتی ہے دل میں چپ بھی دل دردمند کی
یاردرد دل کے لئے چھیڑ ہے ضرور — موقوف آگ پر ہے صدا بھی سپند کی

سن لیجئے یہ ایک دکھی کی پکار ہے
صورت تو زہر کی ہے حلاوت ہے قند کی

آہ دلِ شکستہ کہاں گوشِ دل کہاں
تقدیر آزماتے ہیں ٹوٹی کمند کی

سن لی جو بات آپ نے احسان آپ کا
سنکر کیا عمل بھی تو منت دوچند کی

بڑھ بڑھ کے جہل آج گلا گھونٹنے کو ہے
لیجئے خبر خدا کے لئے بھائی بند کی

انکو نہیں ہے مشرق و مغرب کی کچھ خبر
پوچھو جوان سے رسے کی تو بولیں تجمند کی

سونچو تو جہل و علم میں اب فرق کیا رہا
غفلت انھوں نے آپ نے سستی پسند کی

جو جاہلوں کا حال ہے وہ عالموں کا قال
تاثیر وعظ میں ہے نہ کچھ قدر پند کی

بے سود شاعری کی طرح وعظ و پند ہے
دیکھو جسے وہ اپنی جگہ خود پسند ہے

تیسرا بند

جتنے لکھے پڑھے ہیں عجب ان کا حال ہے
بقراط کوئی کوئی فلاطوں خیال ہے

ہر ایک اپنے زعم میں لیڈر ہے قوم کا
ہر ایک اپنی رائے میں اہل کمال ہے

اصلاح ملک و قوم کی خاطر بکے ہوئے
اصلاح اپنے نفس کی گھر کی محال ہے

کچھ ان میں اعتراض ہے کچھ ان سے اختلاف
کچھ مجلسیں کہیں کہیں کچھ قیل و قال ہے

پرزور اختلاف و پرجوش اعتراض
دیکھو جو غور سے تو کڑی کا ابال ہے

پس یہ رفارم اور یہی ہے رفاہ عام
اخلاص ہے حرام رعونت حلال ہے

علم و عمل عبث ہیں نہ ہو دل میں جب خلوص
لذت نہ ہو تو پیڑ بھی پھل بھی وبال ہے

اخلاص پر جو کام ہے مبنی وہ ہے یہ کام
جس کا نمونہ کانفرنس اکسے سال ہے

تعریف اسکی اس سے زیادہ میں کیا کروں
سعی خلوص دل کی یہ ادنیٰ مثال ہے

تحریک اختلاف نہیں التماس ہے
تجویز اعتراض نہیں ہے سپاس ہے

چوتھا بند

ہم شاہ کے ہیں شاہ ہمارا ہے قدرداں
شاہد زمین اس پہ گواہ اس پہ آسماں

سرکار کی سپاس گزاری ہمارا فرض
گو لائق سپاس ہماری نہیں زباں

شاہانہ بذل وجود و کرم کی ہے انتہا
کیا کیا نوازشیں ہیں کرے کوئی کیا بیاں

کیفی یہ شاعرانہ نہیں مدح گستری
ایمان کی ہے بات خدا جانتا ہے ہاں

یک یونیورسٹی ہی کو لیجیے کہ حال میں
ہم اہل ملک کے لئے قائم ہوئی یہاں

یہ ابتدا ہے اور ہر ایک شئے کی ابتدا
ہوتی اسی طرح ہے کم و بیش بے گماں

ابتک ہلال عید ہے یہ یونیورسٹی
بدر تمام ہو گی بتدریج مہرباں

سایہ میں تاج حشمت عثمانیہ کے ہے
پلتا ہے جسکے دامن دولت میں اک جہاں

تحریک ہم بھی کرتے ہیں اس بارگاہ میں
تسکین درد دل کے لئے ہے یہ آستاں

زیبا دکن پہ فخر ہے ہندوستان کو
اس سلطنت سے فیض ہو سارے جہان کو

پانچواں بند

شہ کو دریغ کب ہے رعیت کے واسطے
ساماں ہیں ہر طرح کے رعایت کے واسطے

دل سے دعا نکلتی ہے ہر دم زباں سے مدح
عثمان بادشاہ سلامت کے واسطے

اسے فخر خاندان سلاطین آصفی
کافی یہ شعر ہے ہمیں حجت کے واسطے

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ
گر کام آسکے خلق کی راحت کے واسطے

راحت رسان خلق کوئی ایسا ہوا نہ ہو
یہ وصف خاص خاص ہے حضرت کے واسطے

ہیں شاہ کی طرف سے تو ایسی عنایتیں
کہیئے ضرور کیا ہے رعیت کے واسطے

لازم ہے اک زبان ہو یکدل ہو یکجہت
آمادہ جان و دل سے ہو خدمت کے واسطے

مرکوز شاہ یہ ہے کہ تعلیم عام ہو
اسباب منتظم ہوں معیشت کے واسطے

اس انجمن کا مقصد اعلیٰ بھی ہے یہی — تیار ہو اطاعت و طاعت کے واسطے
مکر و فریب و تو ر حاشا نہیں ہے یہ
اے حاضرین کھیل تماشا نہیں ہے یہ

چھٹا بند

کس حال میں ہماری ہے اولاد دیکھئے — تعلیم یا فنون کی بھی تعداد دیکھئے
ہم کس ہوا میں جیتے ہیں اسکو بھی تو دیکھئے — کس طرح عمر ہوتی ہے برباد دیکھئے
سنجیدگی سے دل میں ذرا غور کیجئے — کیسی پڑی ہے ہم پہ یہ افتاد دیکھئے
دشمن ہے اپنا کون ذرا اسکو ڈھونڈیئے — کرتا ہے ہم پہ کون یہ بیداد دیکھئے
دشمن ہم اپنے آپ ہیں انصاف کی ہے بات — کیوں سوئے آسمان کہیں زاد دیکھئے
ہم کو پڑھانے والے نے سب کچھ پڑھا دیا — کتنا ہے آج اپنا سبق یاد دیکھئے
شیرازہ کتاب اخوت بکھر گیا — شوق اپنا اور محنت استاد دیکھئے
اشراف ہیں تو کیجئے اسلاف پر نظر — اولاد ہیں تو جانب اجداد دیکھئے
کہنے کی کیا ہے یہ تو سمجھنے کی بات ہے — کیا رنگ لاتی ہے میری فریاد دیکھئے
دیکھے ہیں ایسے آپ نے جلسے تو بارہا
کچھ سنے ہیں سینکڑوں نظمیں ہزارہا

ساتواں بند

کچھ نظم و نثر کی ہوئی تاثیر یا نہیں — کچھ آپ نے بھی سوچی ہے تدبیر یا نہیں
یہ چیخ یہ پکار بھی کچھ کام آئے گی — جاگے گی اہل ملک کی تقدیر یا نہیں
آہیں لگائیں یا نہ لگائیں جہاں میں آگ — نالے ہلائیں عرش کی زنجیر یا نہیں
بنیاد جسکی کھودتے ہیں تین سال سے — کار آمد اپنے ہوگی وہ تعمیر یا نہیں
اتنے دنوں سے دیکھ رہے ہیں جو آپ ہم — اس خواب کی بھی کوئی تعبیر ہے یا نہیں

اعجاز عیسوی سے اگر آپ کام لیں
بولے گی اپنے منہ سے یہ تصویر یا نہیں
جب آپکی بھی رائے میں یہ کار خیر ہے
جائز ہے کار خیر میں تاخیر یا نہیں
مانگیں کسی سے اب کہ نہ مانگیں مراد دل
ہم مستحق ہیں اے فلک پیر یا نہیں
کب تک رہینگے قعر ذلت میں سرنگوں
اٹھیں گے اپنے بل پہ زمیں گیر یا نہیں
آتی ہے بوئے یاس تو آئے کلام سے
ہر حال میں ہے کام ہمیں اپنے کام سے

آٹھواں بند

جبتک ہے دم میں دم کبھی ہمت نہ ہارنا
ٹوٹے جو کوہ غم تو خوشی سے سہارنا
جب رکھ چکے ہیں پاؤں گزرگاہ سیل میں
جس طور جس طریق سے گزرے گزارنا
کوشش میں اپنی دم کہیں لینا نہ ٹھہر کر
مرضی کے ہو خلاف تو کچھ دم نہ مارنا
کوشش میں کامیاب اگر ہوں نصیب سے
اپنی جتا کے شان نہ شیخی بگھارنا
لازم ہے جبن اور تہور سے احتراز
بس حد اعتدال پہ بگڑی سنوارنا
اسراف اور بخل سے بچنا سنبھالنا
جود و سخا کی حد پہ ابھرنا ابھارنا
ہے مفلسان علم کو پیسے کی احتیاج
دامن ہر ایک بھائی کے آگے پسارنا
جوں یوں نہ دے تو اور کسی رنگ ڈھنگ سے
شیشے میں جس طرح سے وہ اترے اتارنا
اے ممبران انجمن اے بانیان خیر
ہم پھر یہی کہینگے کہ ہمت نہ ہارنا
کیفی زمن ہمی سخنے ہست گوش کن
تا ساغرت پراست بنوشان و نوش کن (روداد ایجوکیشنل کانفرنس)

جاپان تلمیذ یورپ

وصف عالم میں زمانہ میں ہے شہرت میری
اللہ اللہ رے میں واہ رے قسمت میری

جس نے دیکھی نہیں اب تک کبھی صورت میری
اسکے دل میں بھی سمائی ہے محبت میری

ذکر ہوتا ہے میرا انجمنوں میں کیا کیا
بچہ بچہ کی زباں پر ہے حکایت میری

ایشیائی ہوں میں اور ان میں بھی اک معمولی
خود میں کہتا ہوں یہ ہے اصل حقیقت میری

یاد پڑتا ہے کہ گزرے ہیں برس ڈھائی ہزار
غالبًا ہے یہی تاریخ ولادت میری

جنکو معلوم نہیں انکو بتاتا ہوں پتہ
اک مدت سے اسی جا ہے اقامت میری

میرے اطراف وجوانب میں ہے بحرالکاہل
چینی تاتار کے مشرق میں ہے دولت میری

فارموسا سے چلے جایئے تا کیورائیل
آپ ہو جائیگی ظاہر جو ہے وسعت میری

رنگ بدلے ہیں زمانہ کی طرح میں نے بھی
لیکن اس سے نہیں بدلی کبھی ہیئت میری

غیر قوموں نے نہ کی مجھپہ حکومت ہرگز
کی میری قوم نے اول سے حمایت میری

بتدا سے ہوں میں بس ایک گھرانیکا مطیع
آج اس فخر سے دنیا میں ہے عزت میری

خانہ جنگی کے تماشہ بھی بہت سے دیکھے
شوگنوں کو بھی رہا کی ہے خصومت میری

اک ہزار آٹھ سو اڑسٹھ میں میری رت بدلی
کہ عداوت پہ بھی غالب ہوئی الفت میری

باہمی کینہ دیرینہ سے دل پاک ہوئے
دل میں ہر ایک کے پیدا ہوئی چاہت میری

جان سے مجھپہ فدا ہونے کو تیار ہوئے
جب ہوئی قوم میں قائم عصبیت میری

غیر اقوام نے آ آ کے تجارت کے لئے
صدیوں بعد کہیں کی ہے زیارت میری

عہد و اقرار جو ہونے تھے وہ آپس میں ہوئے
بعد اسکے تو بڑھی اور بھی ہمت میری

لارڈیلگن سے بھی پھر میں نے کئے قول قرار
روز افزوں ہوئی اس سے بھی ذکاوت میری

غیر اقوام کے تجار میں جب زور بندھا
جوش میں خود بخود آنے لگی غیرت میری

سب کو بیدخل کیا پھر کبھی جمنے نہ دیا
کام آج آئی یہ اس روز کی حکمت میری

قوم جب قوم بنے قوم کے سب کام ہیں سہل
نہ ضرورت ہے کسی کی نہ ضرورت میری

قوم کو قوم بنانے کیلئے ہے تعلیم
بھول جاؤ نہ خدارا یہ نصیحت میری

قوم کو قوم کی تعریف نہ ہوگی معلوم
کھینچ تصویر تو اسے دیدہ عبرت میری

میرے اجزا تو ہیں گنتی کے فقط چار کروڑ
بادشاہ ہیں یہ میرے - یہ ہے رعیت میری

آج سے ساٹھ برس قبل میں ایسا تو نہ تھا
نہ یہ طاقت تھی نہ یہ طرز حکومت میری

بڑھتے بڑھتے ہی بڑھی دولت و ثروت میری
کھلتے کھلتے ہی کھلی چشم بصیرت میری

ہوتے ہوتے ہی ہوئے تجربے حاصل مجھ کو
رفتہ رفتہ ہی گئی مجھ سے جہالت میری

آج تہذیب و تمدن سے بھی واقف ہوں بہت
آج دنیا میں ہے مشہور شجاعت میری

کون ہے وہ جو نہیں مانتا لوہا میرا
روس والوں ہی کے دل میں نہیں ہیبت میری

ایشیا بھر میں نہیں کوئی مقابل میرا
جس کا جی چاہے وہ تا لے یہ صداقت میری

وہ کیوں جاتے ہیں پچھوانے کو بات اتنی سی
کیا شہادت کو ہے کم صنعت و حرفت میری

مجھ سے خالی نئی دنیا نہ پرانی دنیا
آج اس درجہ ہے زوروں پہ تجارت میری

دیکھئے اسکی بدولت جو خسارے لئے جاتا
دولت ہند میری، ثروت تبت میری

میں نے یورپ ہی سے سیکھا ہے یہ جو کچھ سیکھا
فیض ہے حضرت استاد کا محنت میری

شکر صد شکر کہ شاگرد باستاد رسید
ہو گئی قابل تقلید مشقت میری

پھولنا پھلنا ہو منظور جسے دنیا میں
چاہئے اس کو کہ سیکھے وہ ریاضت میری

اپنے ہمسایوں کی خدمت میں ہے جاپان کی عرض
علم یورپ سے تو لو مجھ سے ارادت میری

دیگر

کوئی کچھ پاتا نہیں گھر بیٹھ کر آرام سے
نام آور ہم ہوئے دنیا میں اپنے کام سے

کام ہم نے جو کئے وہ جس سے چاہو پوچھ لو
چین سے تبت سے برما سے سیام آسام سے

کام کرنے کے بھی دنیا میں ہزاروں ڈھنگ ہیں
واقفیت شرط ہے ہر کام کے انجام سے

واقفیت ہو نہیں سکتی بلا تعلیم کے
اور پھر تعلیم ہوتی ہے کئی اقسام سے

صنعت و حرفت تجارت کاشتکاری کے اصول
ہم نے سیکھے اپنی ان تھک کوششوں کے دام سے

یاد ہیں ہم کو ابھی تک اپنی پچھلی حالتیں
ایشیائی جتنے ہیں ہم بھی تھے گمنام سے

آئے دن کے جھوٹے جھگڑوں میں تھے ہم بھی مبتلا
سست تھے نا اہل تھے واقف نہ تھے کچھ کام سے

ہم وہی ہیں کوئی ہم کو پوچھتا بھی تو نہ تھا
ہم وہی ہیں۔ تھا تنفر ہم کو غیر اقوام سے

ان جزیروں میں اچھلتے کودتے پھرتے تھے ہم
واقفیت تھی نہ یورپ سے نہ روم و شام سے

شوق ملاحی کا بے حد شغل مچھلی کا شکار
کام کچھ پڑتا تو پڑتا تھا کبھی صمصام سے

وہ بھی آپس ہی میں کٹ مرتے تھے الجھ کر یہیں
آپ ہم اپنا زیاں کرتے تھے قتل عام سے

دوست اپنے آپ تھے ہم دشمن اپنے آپ تھے
باز آتے ہی نہ تھے ہرگز خیال خام سے

پست ہم اتنے تھے ہم سے پست کیا ہوگا کوئی
مدتوں یوں ہی رہے ہم مختلف اوہام سے

۱۸۵۳
یکایک اٹھارہ سے ترپن میں آنکھیں کھل گئیں
میل جول اپنا بڑھایا ہم نے غیر اقوام سے

شوق سیاحی کا ملاحی سے بڑھ کر ہو گیا
گھر سے نکلے ایسے جیسے صید نکلے دام سے

گاہ یورپ گاہ امریکہ کی ہم نے سیر کی
ہو گئے واقف وہاں ہم ہر طرح کے کام سے

ان میں جو جو اچھی اچھی عادتیں تھیں سیکھ لیں
ہاں مگر بچتے رہے افعال نا فرجام سے

ہم اندھا دھند اہل یورپ کی جو کرتے پیروی
پھر تو ہو جاتی محبت بادۂ گلفام سے

ہم نوالہ ہم پیالہ ان کے ہو جاتے اگر
شوق فیشن کا سماتا، ذوق رہتا جام سے

پھر اصول صنعت و حرفت کہاں سے سیکھتے
جیسے جاتے ویسے واپس آتے ہم انعام سے

کوئی کتے کے برابر بھی نہیں پھر پوچھتا؟
یاد کرتا کوئی کیا اعزاز سے، اکرام سے

غیر ممکن کامیابی تھی ترقی بھی محال
ہوتے گر واقف نہ ہم افتادِ طشت از بام سے

کہتے سنتے تھے سب ہی کچھ ملتے جلتے تھے مگر
کام رکھا ہم نے ہر حالت میں اپنے کام سے

پائے استقلال میں لغزش ذرا آنے نہ دی
ہم نے کی دینی حفاظت آپ استحکام سے

ہم وہاں سے آئے جب واپس تو آئے کامیاب
واقفیت ہو گئی چھوٹے بڑے ہر کام سے

سب سے پہلے قوم کو اپنا بنایا ہم نے قوم
سب سکھایا قوم کو سیکھا جو غیر اقوام سے

درسگاہیں صنعت و حرفت کی ہم نے کھول دیں
کارخانے بھی کئے قائم تو استحکام سے

ہم نے پھیلایا نہیں کچھ مذہبی جوش و خروش
بت پرستی سے تعرض تھا نہ کچھ اسلام سے

کیا غرض مذہب سے ہم کو جس کا مذہب اس کے ساتھ
کام کرنے میں مدد لی ہم نے خاص و عام سے

ایسی ایسی محنتیں کیں ایسی ایسی کوششیں
شام کر دی صبح سے پھر صبح کر دی شام سے

رات کو رات اور دن کو دن کبھی سمجھے نہیں
پھر کبھی بیٹھے نہیں بیکار ہم آرام سے

ہو گیا ہر روز روز عید ہر شب شب برات
رنج سے مطلب رہا ہم کو نہ کچھ آلام سے

جابجا تعلیم کے کالج ادھر قائم ہوئے
اور ادھر ہونے لگی تعلیم اذن عام سے

پھر نہ با احتیاج میں محتاج غیروں کے رہے
حاجتیں کیں اپنی پوری ہم نے اپنے کام سے

اپنے اسباب خور و نوش آپ ہی پیدا کیے
کام کرنے میں نہ آئی عار ننگ و نام سے

جنگ کا سامان بھی تیار ہم نے ہی کیا
جنگ بھی ہم نے ہی کی ہر دشمن خودکام سے

فتح یابی کے پھریرے اڑ رہے ہیں چار سو
داد لی ہم نے جواں مردی کی انعام عام سے

ناز ہے مردانگی کو اب ہماری تیغ پر
اب تجارت بھی تو بجتی ہے ہمارے نام سے

کیا تجارت کیا شجاعت کیا صناعت کیا علوم
فخر ہے ان سب کو دنیا میں ہمارے نام سے

ایک شمہ اپنی حالت کا سناتے ہیں انہیں
واقفیت چاہتے ہیں جو ہمارے کام سے

ایک مقام آشیو ہے جس میں ہے تانبے کی کان
اس کا مالک ہے ہمارے ہی بنی اعمام سے

سات سو ٹن تانبہ سالانہ نکلتا ہے وہاں
دس ہزار انسان لگے رہتے ہیں اپنے کام سے

جس کی سالانہ بچت ہے پونڈ ساڑھے تین لاکھ
دور ہو یہ چشم زخم چرخ ازرق فام سے

ناصحانہ عرض ہے اس قوم سے جاپان کی
جو ترقی اپنی چاہے دوسری اقوام سے

اولیں اے قوم اصلاح دماغ و دل کنید
اعتبار و اتفاق باہمی حاصل کنید (رسالہ تحفہ سنہ ۱۳۲۳ھ)

کالی رات

کیا بھیانک ڈراونی ہے رات
سوجھتا تک نہیں ہے ہاتھ کو ہاتھ

چاند تاروں سے ہے یہ خالی رات
کیا اندھیری ہے اب یہ کالی رات

کسی مظلوم کا ہے دود آہ
یا منافق کا ہے قلب سیاہ

یا ہے بخت سیاہ عاشق کا
یا ہے اعمال نامہ فاسق کا

رات یا پشت آفتاب ہے یہہ
یا شب قدر کا جواب ہے یہہ

یا ہے یہہ لیلۃ البرات کی ضد
یا سفیدی کائنات کی ضد

کون کہتا ہے کالا کوّا ہے
شب دیجور کی یہہ ہوا ہے

ہو کا عالم ہے ایک سنّاٹا
ہر طرف ہے ہوا کا زنّاٹا

آنکھ کھلتے ہی جی دھلتا ہے
مارے دہشت کے دم نکلتا ہے

دن میں دن حشر کا ہے دن ہیہات
رات میں رات قبر کی ہے رات

دن وہ دن ہو کہ رات ہو وہ رات
ہم کو کافی ہے اک خدا کی ذات

ہو ہمارے لئے اگر ہو نجات
عید کا دن وہ یہہ برات کی رات

قبر کی رات میں عذاب نہ ہو
حشر کے دن مرا حساب نہ ہو

یا الٰہی رہ نجات دکھا
ہم کو ایسی نہ کالی رات دکھا (رسالہ تاج ۱۹۱۶ء)

سلام

سلامی اشک سے خالی نہ رکھ آنکھوں کے کاسوں کو
اسی کل کو منہ دکھانا ہے محمدؐ کے نواسوں کو

خدا شرمائے ایسے خیرہ سر ناحق شناسوں کو
کیا جس نے شہید اپنے نبی ہی کے لئے اسوں کو

وعید نار دوزخ شمر کے سے بد اساسوں کو
نوید جنت الماویٰ ہمارے ہم قیاسوں کو

دم رخصت کہا دل تھام کے بچوں سے زینب نے
سدا صابر رہو لیکن بجا رکھنا حواسوں کو

ق

کئے ہیں شام نے احسان شمر و ابن سعد کیا کیا
مگر وہ دن نہیں ہیں یاد اب ان ناسپاسوں کو

یہ آ کہتا ہے اہل فوج سے کیسے بہادر ہو
شکست اب تک نہ دی تم نے ہمارے چند پیاسوں کو

پھوپی اکبر سے کہتی تھیں کہ خیمہ سے نہ جا باہر
نظر ہو گی تری اٹھتی جوانی کے مہاسوں کو

بتا کر زینب و بانو کو قاسم سے کہا ماں نے
میری جاں آخری تسلیم کرتے جا دو ساسوں کو

کہا عون و محمد کو اجازت دیکے زینب نے
الٰہی تجھ کو سونپا میں نے دونوں بے ہراسوں کو

لگی کیفی کے دل کی بھی بجھا دینا میرے مولیٰ
کریں سیراب جس دم بادہ کوثر سے پیاسوں کو (رسالہ تاج ۱۹۱۶ء)

نظم کیفی

مغزِ سخن

یہ نظم بہ تقریب شصت سالہ جوبلی مدرسہ دارالعلوم (۱۳۳۲ھ) پڑھی گئی تھی۔

حمد و نعت و منقبت تشبیب و تمہید و خطاب
کیا لکھیں؟ کیا لکھ سکیں کیونکر لکھیں کیوں ہیچ تاب

حمد کے قابل خدا ہے نعت کے لائق رسولؐ
حامد و محمود و احمد، جس نے پائے ہر خطاب

منقبت اصحاب و آل و اولیاء کی کیا لکھیں
ایک سے ایک انتخاب اور ایک سے ایک لاجواب

کیا لکھیں تشبیب اب معشوق ہی کوئی نہیں
ہو بھی گر معشوق تو کیا جب نہیں اپنا شباب

جب نہ ہو ممدوح تو تمہید کس کے واسطے
جب نہ ہو کوئی مخاطب ہم کریں کس سے خطاب

پہلے یہ معلوم تو ہو جائے کچھ۔ ہم کون ہیں؟
شکوہ سنجی کس لئے؟ کس واسطے ہے پیچ و تاب

ہم ہیں شاعر۔ شاعری بے سود ثابت ہو چکی
اس لئے اصناف شعری کا ہوا ہے سدِ باب

جو غزل گو ہیں، وہ شہدے ہیں قصاید گو ہیں بھاٹ
مرثیہ گو ہیں شکم پرور، رباعی گو خراب

اخرب و اخرم میں بھی جن کو نہیں ہے امتیاز
وہ رباعی کہنے سے کرتے نہیں ہیں اجتناب

شاعری کی علت غائی ہوئی تفریح طبع
اور اب تفریح کے ساماں ہیں بے حد و حساب

چھوڑ کر فٹ بال ٹینس کون سیکھے شاعری
پھر عروض و قافیہ پڑھ کر کریں کیوں دن خراب

سب پہ طرّہ یہ کہ ٹھہری شاعری منحوس بھی
پھر تو اس کی چھاؤں سے بھی چاہیئے ہو اجتناب

اک زمانہ تھا کہ شاعر صاحب تاثیر تھے
آگ باگ ان سے کوئی ہوتا تھا کوئی آب آب

شاعر اپنے عہد کے لوگوں کی ہے گویا زباں
لوگ جیسے ہونگے ان کے شعر ہوں گے انتخاب

جب ہوا اہل ملک میں زور شجاعت آشکار
نکلے فردوسی کا ثانی کوئی ہومر کا جواب

جب ہوں حسن و عشق کے چرچے خوشامد کی ہو مانگ
پھر نظیری ہو کوئی۔ کوئی ظہیر فاریاب

فلسفے حکمت کا شہرہ یا تصوف کا ہو شوق
پھر تو بے گنتی ہوں خیام اوحدی ہاں جیسا جناب

چھوڑ کر ایرانیوں کو ہند کی تاریخ لو
آخر اردو کے بھی شاعر ہیں کئی اک لاجواب

از ولی تا داغ و حالی دیکھئے اک ایک کو
میر۔ سودا۔ درد۔ انشا۔ مصحفی۔ ناسخ۔ تراب

ذوق۔ مومن۔ غالب۔ آزردہ۔ ظفر۔ آتش۔ انیس
اپنے اپنے رنگ میں ایک ایک ہے یہ انتخاب

(بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰)

سات سو اسی میں جب محمود شاہ بہمنی
مدرسے کھولے کئی اک علم کو دی تازگی
بیدر و گلبرگہ و جنیر و دابل و قندھار
سات سو اٹھتر سنہ میں کی محمود گاواں نے بنا
طول و عرض اس کا پچھتر اور چھپن گز کا تھا
طالب العلموں کو کھانا مفت کپڑا مفت تھا
آج تک اوس کے کھنڈر باقی ہیں آثار قدیم
قطب شاہی دور میں تھا گولکنڈہ دار علم
جب محمد نے بسایا حیدر آباد دکن
چار مینارہ بنایا مدرسے کے واسطے
کیسے کیسے تھے دکن میں قدر دان علم و فن
شیخ عین الدین گنج العلم تھا جن کا لقب
تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ بہمنی
ملا فتح اللہ شیرازی حبیب اللہ شاہ
اور علامہ محمد ابن خاتون با فہیم
مولوی حافظ شجاع الدین صاحب قادری
سات سو ہجری سے بارہ سو تک آپہنچے ہیں ہم
آصفیہ سلطنت جب سے یہاں قائم ہوئی
علم کے چرچے یہاں پہلے سے بھی افزوں ہوئے
آصف اول نے کھولا مدرسہ قادریہ
پھر تو ہر آصف نے اس تعلیم کے گلزار کو
ابتدا میں جسپرچ آف انگلینڈ کا اک پادری
بعد رومن کیتھولک اسکول بھی کھولا گیا

سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہی تھا صدیق با اب
جس قدر حصے میں تھا حاصل کیا اس نے ثواب
مدرسوں کے واسطے یہ شہر پائے انتخاب
مدرسے کی شہر حیدر میں تھے ہر لاجواب
اور سو سونٹ کے دو مینار تھے بے حساب
مفت پڑھنے کو ملا کرتی تھی ہر درسی کتاب
مثل طاق کسروی و گنبد افراسیاب
طالب علم اس میں پڑھ پڑھ کر ہوئے ہیں کامیاب
در سنین لفظ ۹۸۸ از روئے جمل کرو حساب
اور یا حافظ ہے تاریخ بنائے لاجواب
لوگ کیا کیا جمع ہوتے تھے فضیلت انتساب
تھے یہیں۔ اطوار الابرار ان کی اب تک ہے کتاب
درس دیتا تھا فرشتہ نے لکھا ہے اس کا باب
شیخ علم اللہ محدث۔ جس کا علامہ خطاب
مولوی عبد الکریم ایک ایک فرد لاجواب
درسگاہیں ان سبھوں کی تھیں نہایت کامیاب
ہے یہ چھ سو سال کی تاریخ کا لب لباب
شاہد عالم نے اپنے رُخ سے الٹی ہے نقاب
سہل سب پر ہو گیا علم و ہنر کا اکتساب
پڑھنے والوں کے لئے ہے آج تک وا اس کا باب
اپنے اپنے عہد میں بخشی ہے تازہ آب
کر چکا تھا انگریزی مدرسہ کا فتح باب
فخریہ پھر مدرسہ قائم ہوا با آب و تاب

ک اُن کے قدر دانوں کا ہے ان کے شعر میں
قصیدہ، کیا غزل کیا مرثیہ کیا مثنوی
ل ہندوستاں کوئی کوئی سعدیٔ ہند
ئی استاد سخن، کوئی خداوند سخن
اعری ان سب کی حسب اقتضائے وقت تھی
اعری نے رنگ بھی بدلا زمانے کی طرح
ات موجودہ پر حالی نے وہ نظمیں لکھیں
ر بھی کچھ باقی رہی خال و خط گیسو کی مانگ
ن ہستی پہ نام داغ آخر رہ گیا
ب جو شاعر رہ گئے ہیں انکی ہے حالت عجیب
ان کو ہے ذوق صحیح اشعار کا وہ بد نصیب
مزاقی نے کیا ہے قدردانی کو شکار
ربہ و تاثیر و تخئیل و تلاش و فکر شعر
و گئی ہے آدھی تیتر شاعری آدھی بٹیر
عظمت حالی کی شوخی داغ کی گھل مل گئی
وشنی کی کچھ جھلک کچھ ہے سیاہی کی چھینٹ
ل سے ظاہر ہیں مذاق ملک کی نیرنگیاں
یکھئے یورپ پچھم اور اُتر سے دکن
ب سے اب قطع نظر کیجے دکن کو دیکھئے
لئے ملک حیدرآباد دکن، رشک عدن
ے قدامت سے دکن فیاضیوں میں مشتہر
ہا ظہوری بھی نمک پروردۂ ملک دکن
وق ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی کا تھا

ہے مرکز یوان مذاق وقت کی نادر کتاب
کہہ چکے سب اور جب حوصلہ پائے خطاب
کوئی خاقانیٔ ہندوستاں کوئی حاضر جواب
کوئی صوفی کوئی واعظ کوئی ہے رند خراب
غدر سے ہندوستاں میں پھر ہوا جو انقلاب
زلف شبگوں کٹ گئی پھیکا پڑا لعل خوشاب
جس سے ظاہر ہو گیا کیا ہے خطا کیا ہے صواب
کیونکہ اگلے لوگ ابھی بھولے نہ تھے پچھلے کے خواب
بعد کو اس طرز کا بھی ہو گیا مسدود باب
تین میں گنتی رہی اس کی نہ تیرہ میں حساب
بارگاہ کس مپرسی میں ہوئے ہیں باریاب
اس لئے ذوق سخن جل بھن کے ہے خود ہی کباب
خود بخود گم کیوں نہوں جب ہو دماغ و دل خراب
بر محل ہیں نیم تر پائیں اگر شاعر خطاب
یہ حلیم و حلوہ مل کر بن گیا نادر لعاب
کھل گیا ہو جس طرح ریش مخضب کا خضاب
کس دو عملی میں گرفتار آج کل ہیں شیخ و شاب
سب کی ڈانواں ڈول نیت سب کی حالت ہے خراب
یہ ریاست سارے ہندوستان میں ہے انتخاب
داغ و حالی سے کئی اک ہیں یہاں سے فیضیاب
ہُن کبھی برسا کرتا تھا یہیں آکر سحاب
اور ظفر نے بھی پایا تھا یہیں آکر خطاب
ہے ظہوری کی نوا سنجی پر اد چنگ و رباب

اس طرح کے غیر سرکاری تھے دو اک مدرسے
جن میں دیجاتی تھی تعلیم ریاضی حساب

جب کہ بارہ سو بہتر میں کیا سرکار نے
صیغۂ تعلیم قایم مدرسہ کا فتح باب

سب سے پہلے شہر میں کھولا گیا جو مدرسہ
وہ یہی ہے جس سے ہے سارا زمانہ فیضیاب

اس کا بانی کون ہے۔ نواب سر سالار جنگ
جس کو یورپ سے ملا بسمارک ثانی کا خطاب

نام نامی اس کا کیا رکھا گیا دار العلوم
کارنامے اس کے ہیں دنیا میں مثل آفتاب

سب سے پہلا مہتمم اس کا زمان خانِ شہید
جس کی رودِ مہدویہ ہے بہت اچھی کتاب

مولوی عبد اللہ و عبد الحلیم ۔ احمد علی
مولوی حیدر علی عباس فرد لاجواب

راقم دولہ۔ سناد الملک طوبیٰ سے ادیب
سب یہاں دیتے تھے اپنے قلب میں درس کتاب

شہ وجیہ الدین احمد بھی تھے اس کے مہتمم
اس زمانے تک رہا ہے اور ہی اس کا نصاب

فارغ التحصیل ہیں اس عہد کے بھی سیکڑوں
جنہیں ملکی خدمتیں انجام دی ہیں بے حساب

صوبہ دار و معتمد بھی ناظم و صدر المہام
رہ چکے۔ اس مدرسہ ہی میں کے اکثر کامیاب

اور عبد الحی فرنگی محلی جو مشہور ہیں
وہ بھی ہیں اس فیض گاہ عام ہی سے فیضیاب

مہتمم اس کے ہوئے جب مولوی حاجی سعید
جو عماد الملک کے استاد تھے حکمت مآب

یہ ہوا وابستۂ پنجاب یونیورسٹی
مولوی منشی میں بھی لڑکے ہوئے کچھ کامیاب

اس طرح اس مدرسہ پر گزرے ہیں چالیس سال
آگیا تھا اپنے پیمانہ پہ تعلیمی نصاب

جب سے مولانا الٰہی بخش اس خدمت پہ آئے
پائے ہیں اس مدرسے نے رونق عہد شباب

منشی عالم مولوی عالم بنے لڑکے بہت
منشی فاضل مولوی فاضل ہیں نکلے کامیاب

اس سے پہلے کس نے ان درجوں کی پائی تھی سند
اس کے پہلے پائے تھے لڑکوں نے کب ایسے خطاب

آپ سن تیرہ سئے فصلی میں مدرس بنکر آئے
مہتمم دو سئے رہے تا چار کم تنخواہ یاب

چار سئے تا چھ ملی ہے، نصف تنخواہ آپ کو
چھ سے پوری یافت لیکن منصرم تھے انتخاب

مستقل سن آٹھ میں اس وقت سے اس وقت تک
چودہ اسّی۔ ایک سو سترہ میں نکلے کامیاب

آٹھ سئے تا پندرہ ہیں تین سو پچانوے سے
مستند۔ کل سات سو اکتیس لڑکے فیضیاب

جب کہ سن سولہ میں ٹوٹا سلسلہ پنجاب کا
مشورہ سے مولوی شبلی کے کچھ بدلا نصاب

چار سو پینتیس[۴۳۵] میں سے نکلے دو سو چار[۲۰۴] ہی
یعنی سن سترہ[۱۳۰۲ف] سے دو فصلی سے سن بائیس[۱۳۲۲ف] تک
ساٹھ[۶۰] سالہ عمر اب اس مدرسہ کی ہو گئی
اس زمانے میں جو نکلے ہیں یہاں سے نامور
خدمت اعلیٰ پہ بھی پہنچے ہیں ذاتی سعی سے
قومی خدمت کر رہے ہیں خدمت سرکار بھی
کوئی ناظم کوئی ناظر ہے کوئی تحصیلدار
بعض ان میں کے وزیرانِ دکن کے پیشکار
کوئی استادِ وزیرِ اعظمِ ملکِ دکن
ایسے ایسے طالب العلموں نے پایا جن سے فیض
وہ وجیہ الدین ریاضی داں و عون الدین ادیب
مولوی عباس عبد الحی غلام محی الدین
مصطفیٰ شہ قادری ۔ شہ مصطفیٰ لعبد القدیر
اور بھی ہیں یوں تو استادانِ علم و فن مگر
ایک تو علامہ سید نادر الدین استاد
ناز کر ہاں! اِس نفوسِ قدسیہ پہ ناز کر
تیرے وہ احکام وہ استاد وہ شاگرد ہیں
کیا تعجب ہے اگر آنکھیں بچھاتے ہوں ملک
آج تیری ساٹھ سالہ جوبلی کے جشن میں
تیری بوسیدہ عمارت کا نہیں ان کو خیال
کچھ وظائف کی کمی کا بھی نہیں ان کو گلہ
فخر کے قابل ہے کوئی بات تو یہ بات ہے
آج پھر کس شان سے وہ آ رہے ہیں مدرسے

ہے یہ سن سترہ[۱۳۱۷ف] سے سن بائیس[۱۳۲۲ف] فصلی تک حساب
شش صد و ہشتاد و سہ[۶۸۳] لڑکے ہوئے ہیں کامیاب
بیس سالہ ہے یہ پہلے کا نہیں ملتا حساب
لا نہیں سکتا ہے کوئی مدرسہ اس کا جواب
دفتروں میں مدرسوں میں ہیں یہاں کے کامیاب
ایک اڈیٹر ایک کو ہے شوقِ تصنیفِ کتاب
ہے تعلقدار کوئی کوئی دانائے حساب
منتظم ہے اصطلاحِ حال میں جن کا خطاب
کوئی سلطانِ دکن کا ہے ندیمِ باریاب
ان کے اسمائے گرامی بھی ہیں مثلِ آفتاب
اور وہ رحمت علی خوشنویس لاجواب
خواجہ شرف الدین، تاج الدین سیادت انتساب
میر موسیٰ بیدل و شمسی فہیم لاجواب
ذکر کے قابل ہیں دو ہیں ایک فردِ انتخاب
دوسرا فاضل ادیب نکتہ رس ابنِ شہاب
تجھ کو اے دار العلوم ایسے ملے ہیں شیخ و شاب
اس زمانے میں کہیں ملتا نہیں جن کا جواب
جس جگہ جس وقت ہو ان کا ایاب ان کا ذہاب
کس مسرت سے ہوئے ہیں جمع سارے شیخ و شاب
کچھ نہیں پروا اگر ہے تیرا فرنیچر خراب
کیا شکایت ہو اگر استاد کم تنخواہ یاب
آج تک پیدا کئے ہیں تو نے کتنے کامیاب
تو بھی کہہ ان کے لئے طوبیٰ لہم حسن المآب

جمع ہیں حکام بھی استاد بھی شاگرد بھی
اور ہم نے کہدئے دیکھے تھے جو جو سچے خواب

اب رہی تعبیر ان خوابوں کی وہ ہم کیا کہیں
دیکھتے ہیں کیا دکھاتا ہے ہمارا انقلاب

جیسی جیسی پھیلتی جاتی ہے ہم میں روشنی
دیکھتے جاتے ہیں ہم راہِ خطا راہِ صواب

کاش ہو ہر شخص کو اپنی خطاؤں پر نظر
پھر نہ دنیا میں مصیبت ہو نہ عقبیٰ میں عذاب

جب خطاؤں پر نظر ہم ڈالتے ہیں سرسری
یہ مسرت، یہ خوشی، ہو جاتی ہے سب نقش بر آب

دیکھتے ہیں کیا اثر ہم پر ہوا تعلیم کا؟
کیا کیا ہے عالم و فاضل ہیں ہو کر کامیاب؟

پیاس اپنی جس سے بجھتی ہے وہ دریا دور ہے
اور ہم خوش ہو گئے ہیں جب دیکھ لیتے ہیں سراب

ہے ضرورت ہم کو اب کس قسم کی تعلیم کی؟
اور اپنی درسگاہوں میں ہے کیا جاری نصاب؟

باگ کن ہاتھوں میں ہے اس وقت تعلیمات کی؟
کس طرح رہنا ہے ہم کو انکے ہمراہِ رکاب؟

گر کریں انصاف سے ان مسئلوں کی چھان بین
اپنی سب کمزوریاں پیشِ نظر ہوں بے حجاب

سب سے پہلا سبب بیماری ہم پہ ہو جو اعتراض
وہ یہ ہے ہم میں نہیں ہے اتفاق و اقتراب

ہم اگر یکدل ہوں سب دشواریاں آساں ہیں
اپنے ہر مقصد میں ہوں اچھی طرح سے کامیاب

مدرسہ اپنا یہی بن جائے یونیورسٹی
سہل تر ہم پر ہو ہر علم و ہنر کا اکتساب

ہاں! مگر یہ یکدلی لائیں کہاں سے مول کر؟
ہے اسی کے واسطے ہر زندہ دل کو اضطراب

زندہ دل ایسے ہیں کتنے؟ اُن میں کتنی جان ہے
آتشِ خاموش میں آئے کہاں سے التہاب؟

جوش ہوتا ہے تو خون اپنا ہی پی لیتے ہیں ہم
آگ لگتی ہے تو دل جل بھن کے ہوتا ہے کباب

یکدلی کی التجا کس سے کریں کیونکر کریں
ہو گئی مفقود جب تاثیر جذب و انجذاب

چند بے مایہ ہوں یکدل بھی تو ان سے کیا امید
کھیل سب پیسے کے ہیں افلاس کا خانہ خراب

اس سرے سے اس سرے تک ملک میں ہے مُردگی
ٹس سے مس ہوتے نظر آتے نہیں ہیں شیخ و شاب

سب سمجھتے تھے غرض تعلیم سے ہے نوکری
لڑتے تھے کہہ کہہ کے ہم یہ اور وہ یہ کامیاب

اب یہ دُھن ہے بے سفارش نوکری ملتی نہیں
فائدہ پڑھنے سے کیا ہے؟ بند کر دی ہے کتاب

مارے مارے پھرتے ہیں سعیِ سفارش کیلئے
دوڑے دوڑے جاتے ہیں اک ایک کے گھر بے حجاب

وقت ضائع افسروں کا پڑھتے پڑھتے عرضیاں
لکھتے لکھتے چٹھیاں اوقات امیروں کی خراب

ایسے ہیں تعلیمِ ناقص کے نتائج شنیع
کیا گنائیں عیب ہم اپنے کہ ہیں وہ بے حساب

جب نہیں سنتے ہیں ہم حکمِ خدا فرمانِ شرع
کون سنتا ہے ہماری بات اگر ہو لاجواب

اس لئے جو دل میں ہے وہ لب تک آ سکتی نہیں
چپ رہو کیفی یہاں تک کب تک پیچ و تاب

قوم کی اصلاح کیجئے پہلے ہو اصلاحِ نفس
ہم بُرے ہوں تو نظر آئیں گے ہم کو سب خراب

یہ زمانہ بھی غنیمت ہے غنیمت ہیں یہ لوگ
آ گئے آ گئے پھر خدا معلوم کیا ہو انقلاب

شاہِ عادل میر عثمان علیخاں کا ہے عہد
امن و آسایش ترقی کے ہیں وا ہر سمت باب

اُس کے اوصاف انکو عالم میں ہیں ضرب المثل
رائے و عزم و عمل و دانش رعب و داب و احتساب

پھر وزیرِ سلطنت اس وقت ہیں سالار جنگ
جن کا عہدہ کی طرح سے ہے یہ آبائی خطاب

جب وزیرِ صیغۂ تعلیم فخر الملک ہوں
پھر نہ ہو کیونکر ہمیں امیدِ اصلاحِ نصاب

معتمد اس صیغۂ تعلیم کے ہیں حیدری
پھر نظامت پر لطیفی کا کیا ہے انتخاب

ہیں حمید الدین صاحب صدر دار العلوم
جو علومِ مغرب و مشرق میں بھی ہیں کامیاب

دیکھ طوطی بولتا ہے اب زمانہ میں ترا
دیکھ اب قسمت چمک جاتی ہے مثلِ آفتاب

تیری بہبودی اُدھر سرکار کے مدِ نظر
اور اِدھر حامی ہیں جو تجھ سے ہوئے ہیں فیضیاب

ہم مبارکباد دیتے ہیں تجھے دار العلوم
جو بلی پر جو بلی ہو تیری تا یوم الحساب

تیرے سر سہرا رہے تعلیمِ دینیات کا
گلشنِ عالم میں بو دیتا ہے جبتک گلاب

تجھ سے پھیلیں بزمِ عالم میں علومِ دینوی
خوشۂ انگور سے جس وقت تک نکلے شراب

تیرے سایہ میں پھلیں پھولیں ہمارے نونہال
زور بخشِ نامیہ جبتک رہے دُنیا میں آب

تو بھی ہو مقبول، میری نظم بھی مقبول ہو
تا رہے دنیا میں تاثیرِ دعائے مستجاب

نظم کی یہ نظم ہے تاریخ کی تاریخ ہے
واقعات و شاعری کا بھی ہے کچھ لُبِّ لباب

داد اپنی شاعری کی آپ ہی دیتا ہوں نہیں
جس طرح سے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

میری ہے یہ التجا خذ ما صفا دع ما کدر
قول حاسد کا یہ ہے یا لیتنی کنت تراب

سچ اگر پوچھو تو ہیں میرے پراگندہ خیال
ہو گیا ہے مجھ سے جرمِ شاعری کا ارتکاب

عفو ہوں میری خطائیں لفظی و ہم معنوی
اپنی بے علمی کا آخر ہے مجھے خود اعتراف

نظم یہ گرمیٔ محفل کے لئے لکھی نہیں — معترض کوئی اگر ہو تو ہے یہ اس کا جواب
مختصر یہ ہے کہ جیسا حال ویسا قال ہے
من چہ گویم و ہم سخن واللہ اعلم بالصواب (مطبوعہ پمفلٹ)

تاروں بھری رات

جو حسب فرمائش سکریٹری صاحب شعبۂ تعلیم نسواں علیگڈھ بچیوں کیلئے لکھی گئی۔

یہ تاروں بھری رات کا کیا سماں ہے — سہانا سہانا تمام آسماں ہے
ہے جس طرح انساں سے عزت زمیں کی — ستاروں سے عزت ہے چرخ بریں کی
یہ قدرت خدا کی ہے حکمت خدا کی — کہ تارے کریں رہبری ناخدا کی
کروروں ہیں اربوں ہیں سنکھوں ہیں تارے — عجب جگمگاتے ہیں سارے کے سارے
کوئی خوب روشن ہے کوئی ہے مدھم — کسی میں سوا ہے کسی میں ضیا ہے
ہے اس رات میں جن کے دم کا اجالا — خیال ان کی نسبت ہیں لوگوں کے کیا کیا
عرب جاہلیت کے تھے جو اناڑی — انہیں کہتے تھے بیٹیاں ہیں خدا کی
جسے بھا گئی یہ چمکدار ہستی — وہ کرنے لگے ہیں ستارہ پرستی
کسی کو پسند آ گئی چال ان کی — لگے کرنے جانچ اور پڑتال ان کی
نصیبوں کی گردش ستاروں کا چکر — نجومی بنے جان کر علم اختر
کسی نے لگایا پتہ جستجو سے — یہ ثابت کیا علم ہیئت کی رو سے
کہ سات آسماں اور ہیں برج بارا — جدا نام رکھتا ہے اک اک ستارا
ہیں سیارے سات اور باقی ثوابت — اصول تمدن ہیں جن سے نوابت
عطارد، زحل، مشتری، زہرہ، مریخ — مہ و مہر وابستہ ہے ان سے تاریخ
بڑا ان سبھوں میں ہے مہر منور — جو غائب نگاہوں سے رہتا ہے شب بھر
نہ اس وقت وہ ہے نہ ماہ اس کا نائب — جو وہ ہوں تو ہو نور تاروں کا غائب
بنات النعش اور عقد ثریا — سہیل و سہا اور کیا جانے کیا کیا

فلک پر جو چمکے ہیں سارے ستارے — تو سمجھے ہیں کچھ اور شاعر ہمارے
کبھی چشم سمجھے کبھی خال سمجھے — کبھی ان سے اپنا برا حال سمجھے
کوئی کچھ بھی سمجھے مگر بات یہ ہے
ہماری تو تاروں بھری رات یہ ہے

نغمۂ ابتہاج

حضرت غفران مکان سلطان دکن کے جشن سالگرہ کی تقریب میں اقبال کلب حیدرآباد کے جلسۂ سالانہ میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

مرحبا اے قدردانیٔ زمانِ ابتہاج — لوحش اللہ دے رہے پابندیٔ رسم و رواج
قدرِ وقتِ شادمانی کوئی ہم سے سیکھ لے — کس طرح بے فکرے اپنے گھر میں ہم کرتے ہیں راج
مینہ برستا ہے گھٹا چھائی ہے ساقی اٹھ ذرا — رُت دھَسی گھر تک آ جاتی ہے خوبیٔ امتزاج
کام جو ہونے کے ہیں ہوتے ہیں اپنے وقت پر — نیک و بد کا امتیاز اک عارضہ ہے لاعلاج
مال لاوارث جو ہاتھ آیا فتوحِ غیب ہے — جو زبردستی کسی سے لے لیا وہ ہے خراج
ہم سے بڑھ کر عدل گستر بندہ پرور کون ہے — رکھ دیا محمود کے سر پر اگر احمد کا تاج
ہیں ندیمان موافق اپنے ایسے بذلہ سنج — باتوں باتوں میں بنا دیں پا کو شاخِ زجاج
وہ ترقی کی ترنگیں ہیں نگاہِ ناز میں — دیکھ لیں جامِ سفالی تو نظر آئے زجاج
ہم ہیں وہ عالی دماغ ایسے ہیں ہم روشن خیال — کرمکِ شب تاب کو سمجھیں چراغِ شب دواج
وقتِ فرصت اپنا صرفِ عیش و عشرت کیجیے — قحط اپنے کشورِ اعمال کا آیا ہے آج
اللہ اللہ رے ہجومِ ساز و سامانِ سرور — آفریں صد آفریں اے اژدہائے ابتہاج
جب ہو فرصت طہارت کی نمازیں کیا پڑھیں — رات دن پڑتے ہیں لاکھوں اپنے سیکڑوں کام کاج
روزہ بیشک فرض ہے سنتے ہیں لیکن کیا کریں — دیکھتے ہی بیانہ ہو جاتا ہے دل بے اختیاج
بیڑیاں سگریٹ چٹے راہ میں پیتے ہیں ہم — جب خدا کی ہی نہیں پروا تو کیا بندوں کی لاج

بندوں میں پھر خاص وہ بندے مسلمان روزہ دار
ورنہ غیر اقوام کی ہم رنگ ہیں رکھتے ہیں لاج

کیونکہ ہے وہ حکم حاکم اور ہے یہ حکم شرع
حکم تو اس کا ہے نافذ ہند میں ہے جس کا راج

شرع میں گو حکم اپنے صائم کی حرمت کا مگر
فی زمانہ اس کی پابندی کی ہے کیا احتیاج

اپنا مذہب ہے وہی اپنی شریعت ہے وہی
حکم جو قانون دے جو بات پا جائے رواج

فاقہ بد مستوں کو ساقی عیش ہی درکار ہے
مے تو مستی ہے اگر ہنگامہ ہی ہو نے دواج

محتسب مفتی و قاضی اپنے ہم مشرب ہیں سب
خاک پاک عیش سے سب کا ہوا ہے امتزاج

جیتے جیتے رہے حامل عشرت ہمنوا بن گئی
ہو گئی آسان مشکل ہو سکے رسم ازدواج

گھٹ گئی تو قومی حرارت سرد مہری سے مگر
ہو گیا ہے معتدل کیا کفر و ایمان سب کا مزاج

حکم دیں بالائے طاق عیش و عشرت زیر عشق
جب سمجھ ہی ہو گئی الٹی تو اس کا کیا علاج

ہم کو کل کیا کرنا ہے ہم کیا کر رہے ہیں آج کل
کس طرح پہلو بچا کر کر سکیں ہم اندراج

پوری آزادی اگر ہے تو ہے مذہب میں ہمیں
ورنہ ہر اک قاعدے میں ہیں گرفتار رواج

عاقبت اندیشیاں دھمکا رہی ہیں بار بار
ورنہ اس اجمال کی تفصیل پاتی اندراج

چپ رہو کیفی تمہیں کہنا جو تھا تم کہہ چکے
کچھ ہمیں بھی کہنے دو ہے جلسۂ میلاد آج

(صحیفہ نمبر ۲ جلد ۴)

واردات عشق

وہ جدا ہو گئے دن ڈوب گیا رات آئی
پھر وہی ہم ہیں وہی غم ہے وہی تنہائی

کبھی ہے قصد کہ بس ترک تعلق کیجے
کب تلک آخر یہ ملامت کشی و رسوائی

کبھی آتا ہے خیال اس کو بھی رسوا کیجے
کہ ہمیں بھی وہ ذرا یاد رکھے ہرجائی

کبھی یہ وہم کہ شاید وہ ہمارا بن جائے
چھوڑ دے اب سے وہ سب سرکشی خودرائی

کبھی آتا ہے خیال اس کے بھی احسانوں کا
کہ کیا لطف بھی با ایں ہمہ بے پروائی

سرکشی سے ہی سہی ہم سے وہ ملتا تو رہا
بے رخی سے ہی سہی شکل نظر تو آئی

گو جفا کوش رہا پھر بھی ہم آغوش رہا
قاتل قدر ہے او شوخ ترے رعنائی

نہ ترے وصل میں آرام نہ فرقت میں چین
یہ گِلا کس سے کہ کیوں تجھ پہ طبیعت آئی

ہاں نہ کرتی کبھی محبت مگر افسوس کہ کی
ہاں نہ آئی تھی طبیعت مگر اپنی آئی

ہاں خطا اپنی قصور اپنا ہے تقصیر اپنی
جو کیا ہم نے سزا اُس سے ہی دُگنی پائی

اپنے نظروں میں ذلیل اور سبکی نظروں میں حقیر
ساتھ ذلت کے محبت میں ہوئی رُسوائی

سنتے آئے ہیں محبت میں ہے رسوائی بھی
اس سے کچھ پاتا ہے تسکین دلِ شیدائی

طعن و تشنیع کے اندیشے تو مٹ جاتے ہیں
یعنی بدگویوں سے ہو جاتی ہے بے پروائی

ہم تو طے کر چکے یہ منزلِ دشوار گزار
دل شکن طعنوں سے اب ہوتی ہے دل افزائی

حوصلے عشق کے ہوتے ہیں بلند اور سوا
عہد پیری میں بھی آ جاتی ہے پھر برنائی

ضد سے وہ کرتے ہیں جس کا نہ کبھی دھیان آئے
جانتے ہیں کہ نیا رنگِ محبت لائی

سب سے نفرت کا نتیجہ ہے کہ چاہیں اُسکو
اور چاہیں بھی تو اِس طرح کہ بہلی چھائی

دیکھ کر چاہ کا غلبہ اُسے ہوتا ہے غرور
شکل وہ بنتی ہیں زیبائی و نازیبائی

پیار آتا ہے کبھی عار بھی آتی ہے کبھی
کہ دل آنے سے ہی پہلے نہ ہمیں موت آئی

تابکے صدمۂ روحانی و غیرت سوزی
تا کجا منت و تا چند جبیں فرسائی

نہ محبت نہ مروت ہے نہ آداب اخلاق
بات وہ بات ہے جو اُسکی سمجھ میں آئی

اُف رے بیدردی تری کس سے شکایت کیجے
کہ ہے بیکار یہاں دادگری دارائی

خدمتِ عاشقِ صادق کی نہ دی داد کبھی
اور فریاد و فغاں کی نہ ہوئی شنوائی

عاجزی پر ہے توجہ نہ خوشامد پہ نظر
نام کیا عجب و تکبر کا ہے دل آرائی

کیا نہیں آتے ہیں اسطرح کے برتاؤ ہمیں
ہم بھی کر سکتے ہیں اسطرح کی بے پروائی

اک زلیخا ہی نہ تھی عاشق معشوق آزار
دی ہے خالق نے ہمیں اس سے سوا دانائی

لیکن اپنا یہ طریقہ ہے نہ شیوہ نہ شعار
بندۂ عشق کو زیبا نہیں شاہنشاہی

دعوئے عشق بھی پھر اتنی حکومت کیا خوب
یہ غلط فہمی ہے کہتے ہیں اِسے کجرائی

اے وہ معشوق ہے یا آپ کا فرمانبردار
حضرتِ دل بھی عجب طرح کے ہیں سودائی

اُس کا جی چاہا ملا اور نہ چاہا نہ ملا
اُٹھ گیا اُس کی طبیعت جو ذرا گھبرائی

چھوڑ کر سب کو جو دن رات رہے آ کے یہاں — یہ بھی کچھ بات ہے بس رہنے دو یہ چترائی
وہ گیا جانے دو دن ڈوب گیا ڈوبنے دو — غم کی کیا بات ہے آنے دو اگر شام آئی
دن جو ڈوبا ہے تو پھر نکلے گا انشاءاللہ — سو رہو اب کہ بڑی رات گئی نیند آئی
جانے والے نے پھر آنے کا کیا ہے وعدہ — بس یہی کافی ہے دلسوز شب تنہائی
یہ تو سب سننے کی باتیں ہیں غلط ہوں کہ صحیح — مگر اس دل کو کروں کیا کہ ہے یہ سودائی
نہیں سنتا کوئی برہان نہ حجت نہ دلیل — رائی کو کوہ کبھی کوہ کو کہہ دے رائی
کبھی یہ بخل دل اُس شوخ سے اِس پہلو — کبھی جان اپنی فدا کرنے میں حاتم طائی
کبھی یہ زور کہ ایسے نہ ملیں گے اُس سے — کبھی یہ شور کہ لے اُس کے لب اب موت آئی

ہے عجب طرح کی یہ کشمکش یاس و امید
کیفیت کیا ہے یہ اب تک نہ سمجھ میں آئی

متفرقات

تضمین بر غزل استاد داغ

پھرتی ہے آنکھوں میں ہر طرز مروت تیری — بھولے جاتی نہیں دل سے مرے فرقت تیری
یاد ہے یاد ہے ایک ایک عنایت تیری — کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری

نہ بہلنا تھا نہ بہلا کبھی سن کر دف و نے — نہ سنبھلنا تھا نہ سنبھلا کبھی پی کر خم مے
تری تسکین و تسلی کی رہی کونسی شے — اب ترا اے دل بیتاب خدا حافظ ہے
کر چکے ہم تو محبت میں حفاظت تیری

حسن یہ سب ہے سوا عشق ہے اُس سے سوا — تجھ سے وہ چھپ سکا مجھ سے بھی یہ چھپ سکا

مجھ سے تو، اور نہ مخلوق سے ہیں بیر پڑا
دیکھئے کرتی ہے رسوائے زمانہ کیا کیا
مجھ کو یہ چاہ مری تجھ پہ یہ صورت تیری

چھٹ گیا اُن سے مرا ساتھ تو یوں پوچھتے ہیں
ہر تی ہے اب جو ملاقات تو یوں پوچھتے ہیں
میں ملاتا بھی ہوں گر ہاتھ تو یوں پوچھتے ہیں
پوچھتے ہیں وہ مری بات تو یوں پوچھتے ہیں
کہتے ہیں کون ہے تو کیا ہے حقیقت تیری

وہ ترا اپنی خطاؤں پہ نہ ہونا نادم
وہ مرا آپ ہی اپنے کو بنانا ملزم
کبھی یہ دھن کہ بنائیں گے تجھی کو حاکم
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

بھول سکتا نہیں تا حشر کوئی دن کوئی رات
کہ تری یاد میں گزری ہے جو گزری اوقات
سچ ہے دیتا نہیں دنیا میں کسی کا کوئی ساتھ
عدم آباد کو جاتے ہیں بشر خالی ہات
مجھ کو ہے ناز کہ لیجاؤں گا حسرت تیری

پوچھنی چاہئے جو بات وہ کب پوچھتے ہیں
دوست احباب مرے غم کا سبب پوچھتے ہیں
جو بتاتے ہیں نہ مجھ سے کوئی ڈھب پوچھتے ہیں
یار غمخوار مرے حال کو سب پوچھتے ہیں
اور پھر پوچھ کے سب کہتے ہیں قسمت تیری

پہلے کیفی جو پریشان کبھی ہوتا تھا دماغ
سوئے صحرا کبھی جاتے تھے کبھی جانب باغ
اب یہ حالت ہے کہیں بھی نہیں ملتا ہے فراغ
کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ
دیکھئے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

نیا ارمان ہوتا تھا نئی امید ہوتی تھی
عجب دن تھے کہ اپنی عید اپنی عید ہوتی تھی
پیالے کورے کورے گورے گورے ہاتھ ساقی کے
ہماری بزم رشکِ محفلِ جمشید ہوتی تھی
وہی دن آج بھی ہے جس کی ہم خوشیاں مناتے ہیں
ہماری عید کیا وہ تو تمہاری دید ہوتی تھی
کبھی تو شوق بڑھ بڑھ کے گلے ملنا سکھاتا تھا
کبھی کچھ شرم دامنگیر کی تاکید ہوتی تھی
یہ حسن و عشق تھے جس وقت تک دنیا میں عزت سے
مری رسمِ وفا بھی قابلِ تقلید ہوتی تھی

ہمیں وہ خط لکھا کرتے تھے پہلے کس تکلف سے ۔ بڑا القاب ہوتا تھا بڑی تمہید ہوتی تھی
وہی کہنا پڑا غیروں کو آخر ہم جو کہتے تھے ۔ ہمارے قول کی اول بڑی تردید ہوتی تھی
برا ہو بدگمانی کا الٰہی کیا زمانہ تھا ۔ کہ اک اک بات کی سو سو طرح تنقید ہوتی تھی
پڑے رہتے تھے پیکر مست ہم قدموں پہ ساقی کے ۔ کہاں کی عید کیسی عید کس کی عید ہوتی تھی
زبردستی خفا ہونا ترا بے چین کرتا تھا ۔ کبھی تو یاس ہوتی تھی کبھی امید ہوتی تھی

ادب سے شوق پا بوسی ۔ جھجکتا تھا مگر کیفی
کسی کے مسکرانے سے بڑی تائید ہوتی تھی

مر جائیں زہر اے ستم ایجاد کھا کے ہم ۔ کب تک جئیں غم دل ناشاد کھا کے ہم
سمجھے نہ اس شراب سے بجھتی نہیں ہے پیاس ۔ خوش ہیں فریب عالم ایجاد کھا کے ہم
ہر ایک کو کھلائیں گے ہم ان سے گالیاں ۔ ڈالیں گے ایسے کھانے کی بنیاد کھا کے ہم
محروم وصل تو نہ ہوں گمنام ہوں تو ہوں ۔ مشہور ہوں نہ تیشۂ فرہاد کھا کے ہم
مجنوں کی طرح ایک ہی دن میں پھنسے رہے ۔ سنبھلے نہ تازیانۂ استاد کھا کے ہم
رنگیں بیان واعظ مغرور سن چکے ۔ آئے ہوائے گلشن شداد کھا کے ہم
مجبوریاں ہیں ورنہ کبھی چپ نہیں رہے ۔ جھڑکی کسی کی اے ستم ایجاد کھا کے ہم
ہستی کہاں ہے اتنی کہ توڑیں ہزار بار ۔ سوگند جان عاشق ناشاد کھا کے ہم
اے کاش جانتے کہ ہے دھوکا یہ سادگی ۔ ہوتے تری ہوا میں نہ برباد کھا کے ہم
تاثیر اور دانۂ گندم کی کیا کہیں ۔ قید جناں سے ہو گئے آزاد کھا کے ہم
ہم تو تمہاری تیغ ادا کے قتیل ہیں ۔ مرتے ہیں زخم خنجر فولاد کھا کے ہم
سائل کو سیر نعمت دیدار سے تو کر ۔ ہاں عمر بھر کریں گے تجھے یاد کھا کے ہم
اب ایک چپ میں اپنی ہی سو قوت فغاں ۔ بیٹھے ہیں مغز نالہ و فریاد کھا کے ہم
شکوہ ہو کیا دغا ہے گلو گیر درد دل ۔ رہ رہ گئے ہیں کاوش بیداد کھا کے ہم
کس کو نصیب اس لب نازک کی گالیاں ۔ کھاتے ہیں اور بھی ہو جو ارشاد کھا کے ہم

ٹکڑے کریں گے اور دلِ سخت لخت کے / گائیں گے قید عمر کی میعاد کھا کے ہم
تیلی قفس کی بند رہے یا کھلی رہے / اڑ جائیں گے نہ دانۂ صیاد کھا کے ہم
پھر ہم وہی گلی ہے وہی قصد تو یہ تھا / ٹھوکر نہ کھائیں اے ستم ایجاد کھا کے ہم
گرہ
ہمسا بھی سخت جان ہوا ہے نہ کوئی ہو / جیتے ہیں داغ فرقت استاد کھا کے ہم

کیفی کہیں گے بادۂ اطہر کی کیفیت
پلٹیں جو دعوتِ عدم آباد کھا کے ہم

اے دیدۂ تر پارۂ دل لخت جگر مانگ / قسمت میں گدائی ہے ادھر اور ادھر مانگ
فریاد میں تاثیر نہ آہوں میں اثر مانگ / اللہ سے کچھ اور نہ جز حسنِ نظر مانگ
فولاد کا دل گردہ نہ پتھر کا جگر مانگ / ہے مانگ ہی مقصد تو محبت سے ثمر مانگ
حیرت کے تماشے کی اگر سیر ہے منظور / دو دن کے لئے رہنے کو آئینہ سے گھر مانگ
خواہش نہ رہے دل میں سپید اور سیہ کی / اے مانگنے والے یہ دعا شام و سحر مانگ
اک دل کے لئے اتنی اداؤں کی ضرورت / جی چاہے تو ہم سے یونہیں اے شعبدہ گر مانگ
بے ذوقِ نظر حسن کی کیا قدر ہو زاہد / اللہ سے گر حور تو ہم سے بھی نظر مانگ
اب تو کبھی آنچل کو بھی رہنے نہیں دیتی / اللہ رے غرور اتنی چڑھی ہے کہ سر مانگ

سر اپنا ہتھیلی پہ لئے جاتے ہیں کیفی
بازار محبت میں وفا کی ہے مگر مانگ

عہد پیری میں جو مل جاتے ہیں یاران شباب / یاد کس حسرت سے آجاتے ہیں سامان شباب
جو سمائی وہ سمائی جی میں جو آیا کیا / ہائے کیا دن تھے کہ ہم تھے اور عنوان شباب
سر میں سودا دل میں جوش آنکھوں میں مستی چھائے / لب پہ شعر عاشقانہ ہائے دوران شباب
کوچہ گردی شب نوردی تازگی آوارگی / آشکارا جوش مستی عشق پنہان شباب

رہزنانِ حسن سے تاراج دولتِ عقل
قہرمانِ عشق سے مغلوبِ سلطانِ شباب

اک خیالِ ضعفِ پیری مایۂ صد دردِ سر
لاکھ دل جمعی نہ اک خوابِ پریشانِ شباب

رنگ و بوئے نوگلِ خنداں جوانی پر نثار
غنچہ و گل ہائے رنگا رنگ قربانِ شباب

اب جگہ چھٹتی نہیں کوئی جگہ چھٹتی نہ تھی
پیش غمی کی ہے منت تھا وہ احسانِ شباب

چھوٹ کر اس قید سے اک دن پچھتانا پڑے
یاد رکھیں تو گرفتارانِ زندانِ شباب

ایک دل وہ بھی تو اپنا تھا کہ ہم تجھے تو جوں
ایک دل یہ بھی ہے اپنا اور ہا یا رانِ شباب

کیسے کیسے دوستوں کے داغ کیفی دل میں ہیں
ہائے وہ ہم اور وہ جلسے وہ یارانِ شباب

کس قیامت کی ہی بارش ہے یہ کیا آفت جھڑی
ابر کھلتا ہے نہ تھمتی ہے کوئی ساعت جھڑی

دل دکھا آنسو نکل آئے پلکیں کیوں جھڑیاں
یا الٰہی عین بارش میں ہے کیسی یہ جھڑی

میرے دل کا حال کوئی تجھ سے کیونکر کہہ سکے
آنکھ کا حال ابر بوسے اشک کی حالت جھڑی

عاشق مہجور کے آنسو نہ پانی پھیر دیں
کیوں لگی ہے آج بے ہنگام بد قسمت جھڑی

بے ترے دل کو مرے باقی ہی اک ایک بوند
ورنہ کیا کہئے کہ کیا کرتی تھی کیفیت جھڑی

خوب جھاڑا میکشوں نے شیخ صاحب آپ کو
گرد کلفت پھر بھی دامن سے نہ اے حضرت جھڑی

چھیڑ کر اس کو کوئی بے طور صلواتیں سنے
پھول منہ سے جھڑتے ہیں ایسے جیسے یہ جھڑی

کون اس برسات میں آتا ہے کیسا انتظار
سو رہو کیفی کہ آدھی رات کی نوبت جھڑی

زمانہ میں اگر اک آدھ بھی تجھ سا حسیں ہوتا
کوئی عاشق ترا ظالم سوا میرے نہیں ہوتا

محبت کی انھیں ہے قدر گر اتنا یقیں ہوتا
تو لاکھوں ظلم سہہ کر بھی نہ میں ناشاد و غمگیں ہوتا

[illegible]
اگر تم سے [illegible] ہو جانے تو کیا کچھ نہیں ہوتا

یہاں تک طول حسن و عشق کا جھگڑا نہیں ہوتا
اگر تم چاہتے تو فیصلا اس کا وہیں ہوتا

داغ حسن سے دل کو کیا ہے خاک کا پیوند
وہ بالائے فلک ہوتا نہ یہ زیر زمیں ہوتا

چمن میں انجمن میں سیر گاہوں میں لگا ہو تمہیں
وہ بے پردہ ستم آرا ہمارا ہوتا کہیں ہوتا

بہت مجبور تھے جب دل سے ہوتے تھے تو روتے تھے
مگر افسوس ہے اب ہم سے اتنا بھی نہیں ہوتا

وہ جب پہلو میں تھا تو دیکھ لینے کا ارماں تھا
یہ حسرت اب ہے میرا دل نشیں پہلو نشیں ہوتا

سر تسلیم خم تھا ہم بھی کچھ منہ سے نہ بولے تھے
ادھر بھی وار تیر اور نگاہ شرمگیں ہوتا

ہم اپنے دل ہی دل میں درد دل کی داد دے لیتے
نہ کوئی ہم خیال اپنا نہ کوئی ہم نشیں ہوتا

زبردستی تمہارے حسن نے سکہ بٹھایا ہے
نہ دل ہوتا نہ العاشق ہیر انقش نگیں ہوتا

اگر دامان شکیب اپنا دراز اتنا نہ تھا ورنہ
گریباں کا گریباں آستیں کی آستیں ہوتا

کرشمے ہیں یہ بار عشق و آب حسن کے ورنہ
نہ خم پشت فلک ہوتی نہ تر روئے زمیں ہوتا

وہ مجھ سے شکوۂ درد جدائی سن کے کہتے ہیں
خلق ہم کو بھی ہوتا ہے مگر اتنا نہیں ہوتا

حکومت کس طرح سے کرتے ہیں معشوق پر عاشق
دکھاتے ہم بھی دنیا میں اگر ایسا کہیں ہوتا

نہ ہوتا اس طرح **کیفی** سراسیمہ پراگندہ
اگر کمبخت کو کچھ بھی خیال کفر و دیں ہوتا

ناز شوخی سے سوا شوخی سوا ہے ناز سے
کونسا انداز کم ہے، کون سے انداز سے

ہم یہ کہتے ہیں کوئی واقف نہ ہو اس راز سے
انکی بیجا خامشی کہہ دیتی ہے آواز سے

پوچھتا ہے کوئی کس حسرت بھری آواز سے
کون ہو گا یہ تمہیں پہچان لو انداز سے

شوخیاں کرتا ہے محفل میں عجب انداز سے
یہ کیا کہوں آہستہ کچھ تو وہ کہے آواز سے

وہ بھی دن آئیں بلائے وہ ہمیں اعزاز سے
ہم کہیں فرصت نہیں وہ پھر اسی انداز سے

دل دکھے جس بات سے میرا وہی کہتا ہے تو
ہے بتر سے ہمراز کی سازش ہے ہمراز سے

مارتی بھی ہے جلاتی بھی ہے تیری چشمِ شوخ
یہ کرشمہ ہی جدا ہے سحر سے اعجاز سے

چھوٹ کر قیدِ قفس سے شاخِ گل پر بیٹھتے
تھی امید اتنی نہ ہم کو طاقتِ پرواز سے

تم ملو جھک کر نہ اٹھکر ہاں مگر دل سے ملو
قدرِ عاشق دل سے ہے یا ظاہری اعزاز سے

کر نہ یوں انکار میری عرض پر دیکھ اس طرف
کہتی ہے چشمِ سخن گو کچھ دبی آواز سے

کوئی ہوگا وہ جو نیرنگِ فلک سے سہم جائے
ہم نہیں ڈرتے ہیں ایسے افترا پرداز سے

دل کسی پر کس طرح آیا کسی سے کیا کہیں
خود ہمیں واقف نہیں ہیں اب تک اپنے راز سے

کوئی دل ٹوٹا ہوا ملجائے تو اس سے سنو
آتی ہیں کیا کیا صدائیں سازِ بے آواز سے

یا الٰہی درد دل میں ہے تو کیوں ظاہر ہو وہ
ہم نظر آتے ہیں ناحق ناروا ناساز سے

جرعہ کش حافظ کا ہوں کیفی دکن میں ہوں تو کیا
کھنچ کے میرے جام میں آتی ہے مئے شیراز سے

حضرت کیفی سے ملکر آج ہم سمجھے کچھ اور
ورنہ سمجھے تھے کہ ہیں اک رند شاہد باز سے

برق میں آ نہیں سکتا ہے تڑپنا اپنا
دین اللہ کی یہ رنگت ہے اپنا اپنا

یاد آتے ہیں وہ بھروپ تری فرقت کے
سبحہ خوانی کبھی مالا کبھی جپنا اپنا

جو بسے من میں وہ سپنے میں دسے کہتے ہیں
ہائے ایسا بھی تو کوئی نہیں سپنا اپنا

نہ سہی وہ نہ سہی دل بھی تو قابو میں نہیں
کیا پرائے سے گلا جب نہیں اپنا اپنا

دیکھتے ہم بھی ہیں پینچ اونچ مگر موند کے آنکھ
سب جسے کہتے ہیں ہونا وہ ہے سپنا اپنا

اس سے کچھ بڑھکے نہ گفتگو تو چاہو ہم ہارے
قد کسی روز قیامت سے بھی نپنا اپنا

تیرے عاشق بھی تو کچھ کم نہیں معشوقوں سے
سخت دشوار ہے ایسوں میں پنپنا اپنا

فقرے کس کس کے ذرا اور انہیں کھلجا دو
رنگ لائیگا پھر اس بزم میں چھپنا اپنا

دیکھ سکتا ہے بھلا ساقیٔ کوثر کیفی
چلچلاتی ہوئی اس دھوپ میں تپنا اپنا

رُباعیات

ہے مد نظر جس کو رعایا کی فلاح — وہ کون ہے۔ ہم رتبہ جمّ آصفجاہ
سلطان گدا پرور و عادل باذل — عثمان علی شاہ دکن ظل اللّٰہ

اہل اسلام کا ہے ملجا۔ مامن۔ — چپہ چپہ اس کا ہے گلشن گلشن
قائم دائم رہے الٰہی۔ یہ شہر — رشک فردوس۔ حیدرآباد دکن

وہ اب کیا خاک آئے ہائے قسمت یہ ترسنا تھا — تجھے اے ابر رحمت آج ہی آنا برسنا تھا

کیسی ہے بے چینی کیسا ہے ترا روتا — کچھ کہہ تو سہی اے دل آخر تجھے کیا ہونا

کس منہ سے کریں شکوے اس ظالم بدخو کے — معشوق بنا ہیں پیچ کر کہ ہمیں ہو کے

یہ کیسی چھیڑ ہے یہ ہر گھڑی کی دل لگی کیسی — طبیعت آدمی کی ہو کبھی ایسی کبھی کیسی

میں کسی کام کے قابل تو نہیں تھا کیفی
ہاں مگر دیدۂ عبرت کے بہت کام آیا

قطعات تاریخ وفات

مولوی احمد سعید صاحب حامد حضرت کیفی مرحوم کے بہت اچھے شاگردوں میں ہیں قومی مجالس میں آپکی اخلاقی و تاریخی نظمیں خاص اثر پیدا کرتی ہیں اور اس تقریب سے آپ پبلک شاعر کہے جاسکتے ہیں استاد کیفی کی وفات پر آپ نے تین زبانوں میں تاریخیں لکھی ہیں۔ ہماری درخواست پر آپ نے تینوں تاریخیں عطا فرمائی ہیں جنکو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

تاریخ عربی

مات کیفی مسافراً — نغّص الموت غربته
قال حامد مورخاً — نوّر اللّٰہ تربته

۱۳۲۹ ف

فارسی

کیفی جادو بیاں کرد چو عزم جناں — گشت ہوائے خزاں دشمن باغ سخن
حامد شیریں دہن گفت سنش پر محن — رفت ز بزم سخن۔ آہ چراغ سخن
۱۹۱۹ء

اردو

وہ ضیا شمع رخ خواجہ اجمیر میں تھی — مثل پروانہ فدا ہو گئی ذات کیفی
سال رحلت کا جو حامد نے کہا خوب کہا — حب خواجہ ہو گیا وجہ وفات کیفی

قطعۂ یاد استاد

مولوی ریاض الدین علی صاحب ریاض نے استاد کیفی کی یادگار میں ایک بزم مشاعرہ ترتیب دی تھی اس موقع کے لئے یاد استاد کے نام سے ذیل کا قطعہ لکھا تھا جسکو ہماری درخواست پر عطا فرمایا ہے آپکا شکریہ بھی فرض ہے۔

میرے استاد کیفی زندہ دل فرد یگانہ تھے — کہو یادش بخیر انکے تلمذ اور صحبت پر
خصوصاً آج اس جلسہ میں وہ تشریف لائے تھے — نظر رہتی تھی کل اہل سخن کی انکی صورت پر
جوار رحمت خواجہ میں پائی ہے جگہ اچھی — ہے غائب میں ہیں اب ناز اس حال طبیعت پر
اگر اجمیر جاؤ تار اگڑھ کی راہ میں دیکھو — محبت کا سبق ملتا ہے ابتک انکی تربت پر
میرے استاد بھائی جس قدر ہیں ان پہ لازم ہے — پڑھیں اب فاتحہ ان پر کہ حق ہے استاد پر

گڑیا

میری گڑیا کی آج شادی ہے　　دیکھو میں نے خبر سنادی ہے
اچھی بہنا! ضرور آنا تم　　اپنی گڑیوں کو ساتھ لانا تم
دھوم سے میں نے کی ہے تیاری　　سات جوڑے تو ہیں بہت بھاری
اور جوڑے ہیں سیدھے سادے بیس　　جملہ جوڑے ہوئے ہیں ستائیس
کارچوبی مسالے کے جوڑے　　کشتیوں میں ہیں میں نے خود جوڑے
چکلی موڑی ہے اپنے ہاتھوں سے　　کام ہوتا ہے کوئی باتوں سے؟
ہے یہ چوحاشیہ یہ اکلائی　　یہ ڈوپٹے ہیں یہ ہے مرزائی
چوکی کرتی ہے جامدانی کی　　کارگے کی بھی کامدانی کی
پہلے کے جو نشان مونڈھے تھے　　میں نے بدلے انھیں کہ بھونڈے تھے
یہ کناری یہ گوٹا یہ چمکی　　جتنی تیاری ہے یہ ریشم کی
سب مرے ہاتھ کی ہے تیاری　　سوئی سے کی ہے کیسی گل کاری؟
بے مسالے کے جتنے جوڑے ہیں　　رنگ کر میں نے سارے چھوڑے ہیں
یہ سلائی یہ رنگریزی کا کام　　میں نے سیکھے ہیں دل لگا کے تمام
آؤ دیکھو جہیز کا اسباب　　مجھ سے سب پوچھ لو حساب کتاب
کتنا زیور ہے کتنے برتن ہیں　　کتنے تولے ہیں سیر ہیں من ہیں
ہے چھپرکٹ بھی فرش بھی ان کا　　کم نہیں ہے جہیز میں تنکا
دیکھو سب اور تھوڑی دیر رہو　　کم کوئی چیز ہو تو مجھ سے کہو
میری پیاری بہن! یہ سب ساماں　　اب میں لیجاتی ہوں اٹھا کے مکاں
یہ پرانے طریقے کا ہے جہیز　　نہیں کرتے اسے پسند انگریز
خیر اب "مدرسے" سے گھر جا کر　　شام سے پہلے آؤ میرے گھر

نظم کیفی

"بھول جاؤ نہ کرکے اُستادی
میری گڑیا کی آج ہے شادی"

(النساء جلد ۳ نمبر ۱۲)

بہار بمبئی

دید کے قابل ہے کیا نقش و نگارِ بمبئی
دیکھنے والوں ہی سے پوچھو "بہارِ بمبئی"

کیا "کھنڈالہ" کیا "سمندر" سب ہیں حیرت کے مقام
اک تحیرگاہ ہے قرب و جوارِ بمبئی

غیر آبادی بھی آبادی سے ہرگز کم نہیں
ہیں بجائے خود "تماشا" کوہسارِ بمبئی

کچھ نہ کچھ پاتا ہے ہر شخص اپنی محنت کا صلہ
اچھے پیمانہ پہ ہیں سب کاروبارِ بمبئی

یوں تو ہوتی ہے گزر ہر شخص کی اچھی مگر
ہے "تجارت" پر فقط دار و مدارِ بمبئی

جمع ہیں کیا کیا یہاں حوران و غلمان و قصور
ہند میں ہے جنت الماویٰ دیارِ بمبئی

گردشِ چشمِ فسونگر کی ادائے خاص ہے
یا ہے یا رب گردشِ لیل و نہارِ بمبئی

ہنستے ہنستے کس طرح آنکھوں میں آجاتے ہیں اشک
ہیں دلیلِ خندۂ گل آبشارِ بمبئی

ذرہ ذرہ سے عیاں ہے قدرتِ پروردگار
سرمۂ چشمِ تماشا ہے غبارِ بمبئی

آدمی، ہر ملک کا، ہر وضع کا، موجود ہے
ایک عالم کا خلاصہ ہے دیارِ بمبئی

یہ ٹرین آئی، وہ موٹر کار نکلی، وہ ٹرام
بل بجاتے وہ چلا سیکل سوارِ بمبئی

چھوڑتے ہیں ہم دسمبر میں تجھے افسوس ہے
الوداع اب اے نسیم نو بہارِ بمبئی

"جنوری" میں ہونے والے جشن کی اک آرزو
رہ گئی ہے دل میں کیفیؔ! یادگارِ بمبئی

(نظارہ میرٹھ)

کتبخانہ

بزمِ ادب

عقب مسجد چوک شہر حیدرآباد دکن

ارباب علم و شایقین ناول کو مژدہ ہو کہ مذکورۂ بالا نام سے ناولوں کے ایک کتبخانہ کا افتتاح عمل میں آیا ہے جس میں علمی۔ تاریخی۔ اخلاقی اور ادبی ناولوں کا کثیر ذخیرہ موجود ہے مشہور و معروف انگریزی و عربی ناولوں کے ترجمے بطور خاص فراہم کئے گئے ہیں دورِ حاضر کے تمام مشہور علمی ناول اور نتیجہ خیز اخلاقی افسانے مہیا کئے گئے ہیں جب کبھی ہندوستان میں نئے ناول شائع ہوتے ہیں فوراً منگوا لئے جاتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے ناولوں کی فراہمی میں کثیر رقم صرف کی جا رہی ہے ان سب کے باوجود فیس اس قدر قلیل رکھی گئی ہے کہ ہر شخص بخوشی ادا کر سکتا ہے یعنے صرف چار آنہ (۴ر) ماہانہ جس کے معاوضہ میں آپ گھر بیٹھے اپنے آرام۔ اطمینان کے گھنٹوں میں بہترین ناول مطالعہ فرما سکتے ہیں غور فرمائیے کہ جب فیس کی اس قدر قلیل مقدار کے معاوضہ میں کتابوں کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ آپ کے مطالعہ کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے تو یہ نعمت نہیں تو اور کیا ہے۔ علم دوست اصحاب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ خود شریک ہوں اور اپنے احباب کو بھی شریک کرائیں تاکہ آپ کے ساتھ آپ کے احباب بھی فائدہ سے محروم نہ رہیں۔

خاکسار

مہتمم

مصنف کی اور کتابیں

تذکرۂ شعرائے اورنگ آباد ۔ اورنگ آباد (دکن) کے قدیم اردو شعراء کے حالات
اور ان کے کلام کے نمونے ۔ ۔ ۔ قیمت (۶ر)

یوروپین شعرائے اردو ۔ انگریز۔ فرانسیسی اور پرتگیزی شعرائے اردو کے حالات
اور اردو کلام کے نمونے ۔ ۔ ۔ قیمت (۸ر)

کلام کیفی ۔ حیدرآباد کے مشہور شاعر حضرت کیفی مرحوم کے کلام کا مجموعہ قیمت (۸ر)

حیات کیفی ۔ حضرت سید رضی الدین حسن المتخلص کیفی کے حالات زندگی قیمت (۲ر)

مشاہیر اردو (دو حصے) اردو کے مشہور شعراء و نثر نگار مصنفین کے حالات
اور ان کی تصانیف کا تذکرہ بہ ترتیب حروف تہجی ۔ ۔ (زیر طبع)

تاریخ تصوف ۔ ڈاکٹر نکلسن پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی کی انگریزی کتاب کا
ترجمہ ۔ ۔ ۔ (زیر طبع)

آثار حیدرآباد ۔ بلدہ حیدرآباد و مضافات کی قدیم عمارات ۔ مزارات و
آثار کی تاریخ ۔ ۔ ۔ (زیر طبع)

کتب خانہ مسجد چوک کا سہ ماہی علمی رسالہ

تجلّی

عنقریب زیر ادارت مولانا محمد سردار علی صاحب (حیدرآبادی) نہایت آب و تاب کے ساتھ
شائع ہوگا۔ قیمت سالانہ دو روپیہ (عہ/) خریداری کیلئے پتہ ذیل پر درخواست کیجائے

کتب خانہ مسجد چوک حیدرآباد دکن

۸۷۳/۲

۱۔ اردو شاعری ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۸۹۱۴۲۳۱ [illegible]

۵۹۳۷۲

[illegible]

[illegible]

Date	No.	Date	No.
	[illegible]		